مسلمان تاجر

- مسلم وغیر مسلم تاجر میں فرق کرنے والے اوصاف
- رزق میں برکت کب آتی ہے؟ ابوبکر محمد کا عجیب قصہ
- اسلامی تجارت کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم بصورتِ سوال وجواب
- شرکت ومضاربت کے اسلامی اصول
- مشترک کاروبار کے لیے شرکت نامہ ومضاربت نامہ

مرتب
حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

ناشر
تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851
www.jamiakhulafaerashideen.com
societyrectifier@gmail.com

فہرست مضامین

۱	تمہید	۴
۲	﴿...... مسلمان تاجر کے اوصاف ......﴾	۷
۳	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیانت واحتیاط کے دو واقعات	۱۳
۴	رزق میں برکت کی علامت	۲۰
۵	ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری الکعبی رحمہ اللہ کا قصّہ	۲۰
۶	﴿......عام تجارتی مارکیٹوں میں کاروبار کی بعض عمومی صورتوں کے احکام ومسائل......سوال وجواب کے انداز میں......﴾	۳۳
۷	بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟	۳۸
۸	وعدہ کے مسائل	۵۲
۹	عیب وغیرہ کی وجہ سے سامان لوٹانا	۶۹
۱۰	﴿عقدِ شرکت کی تفصیلات﴾	۷۱
۱۱	شرکت اوراس کی اقسام	۷۱
۱۲	عقدِ شرت کے اصول وضوابط	۷۲
۱۳	شرکت نامہ (شرکت فارم)	۷۷
۱۴	﴿عقدِ مضاربت کی تفصیلات﴾	۸۲
۱۵	عقدِ مضاربہ کے بنیادی اصول	۸۲
۱۶	مضاربت نامہ (مضاربت فارم)	۸۶
۱۷	شرکت ومضاربت سے متعلق بعض سوالات کے جوابات	۹۲
۱۸	شرکت ومضاربہ کے اصول ضوابط کے حوالہ جات	۱۰۵،۱۰۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اسلام چونکہ کامل ضابطۂ حیات ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہدایات دیتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے پہلے نظریاتی اور فکری طور پر ان ہدایات کی حقانیت کا قائل ہونا اور پھر عملی زندگی میں ان کا خیال کرنا ضروری ہے۔ انہیں شعبوں میں سے ایک شعبہ معاملات اور کاروبار کا ہے جس میں دو یا زیادہ انسانوں کے درمیان کوئی بات چیت اور اس کے بعد کوئی لین دین ہوتا ہے۔ یہاں بھی مسلمان کے لئے ہدایاتِ اسلامیعنی جائز و ناجائز، حلال وحرام کی رعایت ضروری ہے، ورنہ ایمان کے نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی نقصان ہوگا اور آپس کے اختلاف، نفرتوں اور بے برکتی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آج کل بہت سے معاملات نئی نئی شکلوں میں آرہے ہیں۔ ایک نیک مسلمان اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے انسان کے لئے ان میں جائز و ناجائز کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے، ایسے حالات میں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان صورتوں کا صحیح جائزہ لے کر ان میں جائز و ناجائز کی حدود متعین کریں اور عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں ان حدود کی رعایت و پابندی کریں۔

حلال کمائی فرض ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات کی تکمیل اور اپنے آپ کو بھیک مانگنے سے بچانے اور اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے اس کو حلال کمائی کا حکم بھی دیا اور انسان کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ اپنی ضرورتیں کسی ایسے طریقے سے پوری کرے جس کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو، بلکہ حلال کمائی کا حصول ضروری قرار دیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" رواه البيهقي في شعب الإيمان (مشكوة صـ ٢٤٢)

" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض کے بعد حلال کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے۔"

البتہ کمانے میں دو چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

(۱) حلال طریقے سے ہو۔ (۲) اس میں اس قدر مشغولیت نہ ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل ہو جائے یا کمائی کو اللہ تعالیٰ کی یاد پر ترجیح دے۔

رزقِ حلال کے حصول کے ذرائع میں سے تجارت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آیت: "یاایها الذین اٰمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارةً عن تراض منكم "(سورۃ النساء آیت:۲۹) کے تحت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صرف تجارت ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسبِ معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعۂ معاش ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی حلال اور طیب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور" یعنی انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی بیع وشراء (جس میں جھوٹ اور فریب نہ ہو)

(معارف القرآن ۲/۳۷۹)

اور نبی کریم ﷺ نے شریعت کے مطابق تجارت کرنے والوں کا حشر انبیاءِ کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء کے ساتھ بتلایا ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء۔ رواه الترمذی و الدارقطنی۔ (مشکوة صـ۲۴۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التجار يحشرون يوم القيامة فجاراً الا من اتقىٰ وبر و صدق" رواه الترمذی و ابن ماجه (مشکوة صـ۲۴۲)

"قیامت کے روز تاجر لوگ فاجر گناہگاروں کی صف میں ہونگے بجز اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔"

ان روایات کے پیشِ نظر مسلمانوں کو اپنی تجارت شریعت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔
اس سلسلے میں ٹائرز کا کاروبار کرنے والے اور دین کا درد رکھنے والے بعض مخلص تاجر حضرات نے اپنی تجارت کی مروجہ صورتوں کا حکم جاننے کی کوشش کر کے ایک تفصیلی استفتاء ہمارے دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں جمع کروایا جس کا بحمد اللہ تعالیٰ تفصیلی جواب کتبِ فقہیہ کے حوالہ جات کے ساتھ دیا گیا۔

واضح رہے کہ وہ صورتیں ایسی تھیں جو دوسری اشیاء مثلاً کپڑے، صابن وغیرہ اشیاء کے کاروبار پر بھی منطبق تھیں اس لیے اب ان صورتوں کو عام کر کے سوال و جواب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے اور یہ سوال و جواب روز مرہ اشیاء کی تجارت مثلاً ٹائرز، کپڑے، صابن وغیرہ اشیاء کی صورتوں کو بھی شامل ہیں۔ علماءِ کرام کے لیے سوال و جواب کے ساتھ ہی حاشیہ میں حوالہ جات بھی درج کر دیے گئے ہیں تا کہ بوقتِ ضرورت ملاحظہ کیے جا سکیں۔

البتہ ان مسائل سے قبل ضروری ہے کہ مسلمان تاجر کے کچھ اوصاف ذکر کیے جائیں۔
اس بنا پر ابتداء میں مسلمان تاجر کے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔

کتبِ فقہ کے حوالہ جات کو رسالہ کے آخر میں نمبروار مسائل کی ترتیب پر شامل کر دیا گیا ہے تا کہ اہلِ علم حضرات بوقتِ ضرورت مراجعت کر سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنے تمام اعمال اور معاملات بخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے اور جن حضرات نے ان مسائل کی نشاندہی کر کے جواب معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے، اور جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی قسم کا تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و عمل اور صحت و مال میں خوب برکتیں عطاء فرمائیں اور ہم سب کے لئے اس تحریر کو دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

احمد ممتاز
مدیر و رئیس دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

……مسلمان تاجر کے اوصاف……

جس تاجر کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سچا اور ہر لحاظ سے کامل و مکمل دینِ اسلام کا ماننے والا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو ان اوصاف سے آراستہ کرے جن سے اسلام اس کو آراستہ اور دنیا بھر کے تمام ادیانِ باطلہ کے پیروکار تاجروں سے ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ ذیل میں ان اوصاف میں سے کچھ، تجار احباب کی خدمت میں اس امید پر پیش کئے جاتے ہیں کہ:

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

æ ' ÌÞÛf†MV مسلمان تاجر کبھی تجارت کو پروردگار اور پالنے والا نہیں سمجھتا، اس کا عہدِ ''الست'' کی وجہ سے یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ پروردگار اور پالنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

عہدِ ''الست'' اس عہد و پیمان کو کہا جاتا ہے جو عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا رب اور پالنے والا نہیں ہوں؟ اس وقت ہم سب کی روحوں نے جواب میں کہا تھا کہ: ''بلی'' کیوں نہیں، یعنی آپ ہی ہمارے رب اور پالنے والے ہیں۔

æ ' ÌÞ333Ûf333†NV مسلمان تاجر کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ میری جملہ ضرورتیں کھانے، پینے، لباس اور رہن سہن وغیرہ کی جو پوری ہو رہی ہیں یہ تجارت سے پوری نہیں ہو رہیں، بلکہ تجارت کے اندر جو شرعی احکام ہیں ان احکام کو پورا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری ضرورتیں پوری فرما رہے ہیں۔

اس عقیدہ کے ا • ر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان تاجر تجارت کی خاطر کبھی کسی حکمِ شرعی کو نہیں چھوڑتا۔ گاہک سر پر کھڑا بھی ہو تو بھی اذان سنتے ہی گاہک کو چھوڑ کر پہلے حکمِ خداوندی

پورا کرتا ہے۔ نماز با جماعت ادا کرتا ہے بعد میں گاہک کو نمٹاتا ہے۔ کبھی گاہک کو پھنسانے کے لئے جھوٹ نہیں بولتا۔ مال کا عیب نہیں چھپاتا۔ رشوت نہیں دیتا اور سود اور شبہۂ سود کے قریب جانے کو بڑی ذلت اور ہلاکت تصور کرتا ہے۔

نیز وہ جانتا ہے کہ اس ا • راور استقامت پر دنیا و آخرت کی بھلائی کا وعدہ ہے اور ہر وقت اس کے سامنے قرآنِ کریم کی یہ آیتیں ہوتی ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيهِمُ المَلائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحزَنُوا وَأَبشِرُوا بِالجَنَّةِ الَّتِي كُنتُم تُوعَدُونَ نَحنُ أَولِيَاؤُكُم فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَفِي الآخِرَةِ وَلَكُم فِيهَا مَا تَشتَهِي أَنفُسُكُم وَلَكُم فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِن غَفُورٍ رَّحِيمٍ

(سورة حم السجدة ۳۰ تا ۳۲)

دیکھئے! اس میں ''ربنا اللّٰہ'' کہنے کے بعد ''ثم استقاموا'' کا ذکر ہے کہ اس عقیدہ پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ یقین ہوتا ہے کہ میں دکان و تجارت سے نہیں پل رہا، بلکہ اپنے رب کے احکام پر عمل کی وجہ سے پل رہا ہوں۔

VO †fÛÞ Ì ' æ مسلمان تاجر حلال کھانے اور حرام سے بچنے کے لئے تجارت کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسلام نے حلال کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بیان کی ہے جبکہ حرام پر شدید وعیدیں سنائی ہیں، جن کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

(۱) عن أبی هريرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إن اللّٰه طيب لا يقبل إلا طيبا و إن اللّٰه أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال: يا أيها الرسل كلوا من الطيبات و اعملوا صالحا۔

و قال: يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم، ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء، يا رب يا رب و مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذى بالحرام فأنّى يستجاب لذلك۔ رواه مسلم۔ (مشكوة ص ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے، اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے پاک ہوں) یادرکھو! اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مؤمنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مؤمنو! تم صرف وہی پاک اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے " عطاء کیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے (بطورِ مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (یعنی وہ اپنے مقاصد کے لئے دعا مانگتا ہے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام (شروع سے اب تک) پرورش اس کی حرام (ہی غذاؤں) سے ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔

(۲) عن عبد الله بن مسعود ﷛ عن رسول الله ﷺ قال: لا يكسب عبد مال حرام فيتصدق منه فيقبل منه و لا ينفق منه فيبارك له فيه و لا يتركه خلف ظهره إلا كان زاده إلى النار، إن الله لا يمحو السيئ بالسيئ و لكن يمحو السيئ بالحسن إن الخبيث لا يمحو الخبيث، رواه أحمد و كذا في شرح السنة۔

(مشكوة صـ ۱/۲٤۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ وخیرات کرتا ہو اور اس کا وہ صدقہ قبول کر لیا جاتا ہو (یعنی اگر کوئی شخص حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال صدقہ و

خیرات کرے تو اس کا صدقہ قطعاً قبول نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی ثواب ملتا ہے) اور نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص اس حرام کو (اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر) خرچ کرتا ہو اور اس میں اسے برکت حاصل ہوتی ہو (یعنی حرام مال میں سے جو بھی خرچ کیا جاتا ہے اس میں بالکل برکت نہیں ہوتی) اور جو شخص (اپنے مرنے کے بعد) حرام مال چھوڑ جاتا ہے اس کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتی کہ وہ مال اس شخص کے لئے ایک ایسا توشہ بن جاتا ہے جو اسے دوزخ کی آگ تک پہنچا دیتا ہے اور (یہ بات یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے دور نہیں کرتے بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتے ہیں اسی طرح ناپاک مال، ناپاک مال کو دور نہیں کرتا (یعنی حرام مال بُرائی کو دور نہیں کرتا بلکہ حلال مال بُرائی کو دور کرتا ہے)

(۳) عن جابر ﷛ قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار أولی به، رواہ أحمد و الدارمی و البیهقی فی شعب الایمان (مشکوۃ صـ ۸)

ترجمہ: حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت (یعنی جو جسم) حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ کے زیادہ لائق ہے۔

(٤) عن أبی بکر ﷛ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لا یدخل الجنة جسد غذی بالحرام۔ رواہ البیهقی فی شعب الإیمان۔ (مشکوۃ صـ۲٤۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکر ﷛ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی ہوگی وہ (شروع ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ، اور سزا بھگتے بغیر) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(٥) عن زید بن أسلم أنه قال: شرب عمر بن الخطاب لبناً و أعجبه و قال

للـذی سقاه: من أین لـ لك هذا اللبن؟ فأخبره أنه ورد علی ماء قد سماه فإذا نعم من نعم الصدقة و هم یسقون فحلبوا لی من ألبانها فجعلته فی سقائی و هو هذا فأدخل عمر یده فاستقائه، رواه البیهقی (مشکوة صـ۲٤۳)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا جو اُن کو عجیب معلوم ہوا، انہوں نے اس شخص سے جس نے دودھ لاکر پلایا تھا پوچھا کہ یہ دودھ تمہیں کہاں سے ملا؟ تو اس نے بتایا کہ میں پانی کے ایک چشمے یا کنویں پر گیا تھا (اس نے چشمے یا کنویں کا نام بھی بتایا) وہاں میں نے دیکھا کہ زکوٰۃ کے کچھ جانور ہیں اور ان کے نگران ان کا دودھ نکال کر لوگوں کو پلا رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے میرے لئے بھی دودھ دوہا (نکالا) جو میں نے لے کر اپنی مشک میں ڈال دیا یہ وہی دودھ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے حلق میں) ہاتھ ڈال کر قے کردی (اور اس دودھ کو پیٹ سے باہر نکال دیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کا مال تھا جو ان کے لئے جائز نہ تھا)

(٦) عن عائشة قالت: کان لأبی بکر رضی اللہ عنہ غلام یخرج له الخراج فکان أبو بکر یأکل من خراجه فجاء یوما بشیء فأکل منه أبو بکر فقال له الغلام: تدری ما هذا؟ فقال أبو بکر: وما هو؟ قال: کنت تکهنت لإنسان فی الجاهلیة و ما أحسن الکهانة إلا أنی خدعته فلقینی فأعطانی بذلـ لك فهذا الذی أکلت منه قالت: فأدخل أبو بکر یده فقاء کل شیء فی بطنه (بخاری، مشکوٰۃ صـ ۲٤۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو کمائی میں ایک مقررہ حصہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا کرتا تھا (جیسا کہ اہلِ عرب کا معمول تھا کہ وہ اپنے غلاموں کو کمائی پر لگا دیا کرتے تھے اور ان کو حاصل ہونے والی اجرت میں سے کوئی حصہ اپنے لئے مقرر کرلیا کرتے تھے) چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس غلام

کی لائی ہوئی چیز کو کھالیا کرتے تھے ایک مرتبہ وہ غلام کوئی چیز لایا جس میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا، ان کے کھانے کے بعد غلام نے کہا کہ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کیسی چیز ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کیا معلوم، تم ہی بتاؤ یہ کیسی چیز ہے؟ غلام نے کہا کہ میں ایامِ جاہلیت میں (یعنی اپنی حالتِ کفر میں) ایک شخص کو غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا حالانکہ میں کہانت کا فن (یعنی پوشیدہ باتیں بتانے کا فن) اچھی طرح نہیں جانتا تھا بلکہ میں اس کو (غلط سلط باتیں بنا کر) فریب دیا کرتا تھا (اتفاقاً آج) اس شخص سے میری ملاقات ہوگئی تو اس نے مجھے یہ چیز دی، یہ وہی چیز تھی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (یہ سنتے ہی) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے منہ (حلق) میں ہاتھ ڈال کر قے کر دی اور جو کچھ پیٹ میں تھا (ازراہِ احتیاط) سب باہر نکال دیا۔

æ ' Ï †fÛ³þ VP مسلمان تاجر مشتبہ معاملات سے بھی بچتا ہے، کیونکہ مشتبہات سے احتراز کرنے والے کا دین و عزت دونوں محفوظ ہوتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ: الحلال بيّن و الحرام بيّن و بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه و من وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا و إن لكل ملك حمى ألا و إن حمى الله محارمه ألا و إن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا و هى القلب، متفق عليه (مشكوة صـ ۲٤۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک و محفوظ

کرلیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی طعن وتشنیع کریگا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈھ (کنارے) پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یادرکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمالِ خیر اور حسنِ اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یادرکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔

نیز مسلمان تاجر جانتا ہے کہ ان مشتبہ معاملات سے بچوں گا تو متّقین اور پرہیز گاروں کا ساتھی بنوں گا، جیسے حدیث میں ہے:

عن عطية السعدى ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: لا يبلغ العبد أن يكون من المتّقين حتى يدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس، رواه الترمذى وابن ماجه

(مشكوة صـ۲٤۲)

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک (کامل) پرہیز گاروں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی قباحت نہیں ہے، تاکہ اس طرح وہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں قباحت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیانت واحتیاط کے دو واقعات

(۱) امام مسہر بن عبد الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اس کی کتنی

قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے حتیٰ کہ آٹھ ہزار پران کا معاملہ طے ہوا۔

(۲) ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک تلمیذ (شاگرد) نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چارسو درہم کا گرم کپڑا غلطی سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلے سے الگ کر دیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لئے، جب اس شخص سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوئی تو کافی اصرار اور تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے، چنانچہ امام موفق رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "فرد علیه ست مائة و ترك علیه الثوب و رجع الی الکوفة" (سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی محدّثانہ جلالتِ شان، صفحہ:۷۰)

æ ' Ì þÛf† QV مسلمان تاجر ناجائز حیلوں سے مال نہیں کماتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ناجائز حیلہ کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بددعا دی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ قال: قاتل اللّٰه الیهود حرمت علیهم الشحوم فجملوها فباعوها، متفق علیه (مشکوۃ ص۔ ۲٤۱)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے اس کو پگھلایا (تاکہ چربی کا نام باقی نہ رہے) اور پھر اس کی خرید وفروخت شروع کر دی۔

æ ' Ì þ33Ûf33† RV مسلمان تاجر تقویٰ (یعنی ناجائز معاملات اور گناہوں سے پرہیز) کرتا ہے اور نیکی یعنی لوگوں سے اچھا سلوک کرتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ بے دین تجار قیامت میں رسوا ہونگے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عبيد بن رفاعة عن أبيه عن النبی ﷺ قال: التجار يحشرون يوم القيامة فجارا إلا من اتقى وبر وصدق۔ رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی۔ (مشكوة صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ (تا 1) رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والدِ محترم (حضرت رفاعہ بن رافع انصاری ﷛) سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا، ہاں (وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہونگے) جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنی تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا یہ کہ عبادتِ خداوندی کرتے رہے) اور سچ پر قائم رہے۔

æ ' Ì ÞÛf† S V مسلمان تاجر سچا اور امانت دار ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس کی فضیلت سے باخبر ہے کہ ایسے تاجر کے لئے قیامت میں بہت بڑی کامیابی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی سعيد ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء، رواه الترمذی (مشكوة صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷛ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: (قول وفعل میں) نہایت سچائی اور نہایت دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

æ ' Ì Þ³Ûf† T V مسلمان تاجر جھوٹی قسموں سے سامان نہیں بیچتا، کیونکہ وہ جھوٹی قسم کی سزا سے واقف ہے کہ ایسا تاجر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے محروم ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبی ذر ﷛ عن النبی ﷺ قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة و لا ينظر إليهم و لا يزكيهم و لهم عذاب أليم، قال أبو ذر: خابوا و خسروا من هم يا

رسول الله؟ قال: المسبل و المنان و المنفق سلعته بالحلف الكاذب، رواه مسلم۔ (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا، نہ بنظرِ رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہلاک و برباد ہو جائیں، وہ لوگ کون ہیں یارسول اللہ (ﷺ)؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ٹخنوں سے نیچے) تہبند اور شلوار لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے مال کو جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔

نیز وہ جانتا ہے کہ جھوٹی قسم سے سامان تو فروخت ہو جائے گا لیکن برکت نہ ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۲) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة، رواه البخاری و مسلم (مشکوٰۃ صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم (شروع میں تو) مال واسباب کے لئے (بیچنے اور) رواج دینے کا سبب بنتی ہے لیکن (انجام کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳) عن أبی قتادة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ إياكم و كثرة الحلف فی البيع فإنه ينفق ثم يمحق، رواه مسلم (مشکوۃ صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی تجارتی زندگی میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ (تجارتی معاملات) میں زیادہ قسمیں کھانا کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر پھر برکت کھو دیتا ہے۔

æ ' Ì þ³Û³f†³U V مسلمان تاجر اتنا خوش اخلاق ہوتا ہے کہ مالدار شخص بھی اگر وقت پر ادھار ادا نہ کر سکے اور مزید مہلت مانگے تو اس کو بھی مہلت دیتا ہے اور جو مسکین شخص ادھار ادا کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا تو کل یا بعض معاف کر دیتا ہے، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ عمل اس کے لئے صدقہ ہے اور قیامت کے دن مصائب سے چھٹکارے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جگہ دلوانے اور جنت میں داخل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جیسا کہ احادیث میں ہے:

(١) عن حذيفة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: إن رجلا كان فيمن قبلكم أتاه الملـ لك ليقبض روحه فقيل له: هل عملت من خير؟ قال: ما أعلم؟ قيل له: انظر قال: ما أعلم شيئاً غير أنی كنت أبايع الناس فی الدنيا و أجازيهم فأنظر الموسر و أتجاوز عن المعسر فأدخله الله الجنة ، متفق عليه (مشكوة صـ٢٤٣)

ترجمہ: حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں، اس سے کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے، اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آرہا ہے، ہاں! میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملات کیا کرتا تھا (تو تقاضا کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں) ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ V اور مالدار لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار مسکین ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر) اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(٢) عن أبی هريرة ﷺ أن النبی ﷺ قال: كان رجل يداين الناس فكان يقول لـفتـاه: إذا أتيت معسرا تجاوز عنه لعل الله أن يتجاوز عنا قال: فلقی الله فتجاوز

عنه، رواه البخاری و مسلم (مشکوۃ صـ ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو لوگوں سے قرض لین دین کا معاملہ کرتا تھا (یعنی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا) اور اس نے اپنے کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس (قرض وصول کرنے جاؤ) تو اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی اسکا انتقال ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا (اور اس کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا)

(۳) عن أبی قتادة ﷛ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من سرّہ أن ینجیه اللّٰہ من کرب یوم القیامة فلینفس عن معسر أو یضع عنه، رواہ مسلم (مشکوۃ صـ ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ مفلس اور تنگدست سے اپنا قرض وصول کرنے میں تاخیر کرے یا اس کو معاف کر دے (یعنی اپنا پورا قرض یا جتنا ہو سکے معاف کر دے)

(٤) عن أبی الیسر ﷛ قال: سمعت النبی ﷺ یقول: من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله اللّٰہ فی ظله، رواہ مسلم (مشکوۃ صـ ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوالیسر ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی کریم ﷺ سے کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا (قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا)

(٥) عن عمران بن حصین ﷛ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من کان له علی رجل حق فمن أخرہ کان له بکل یوم صدقة، رواہ احمد (مشکوۃ صـ ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کا کسی پر کوئی حق (یعنی قرضہ وغیرہ) ہوتو وہ (اس کو وصول کرنے) میں تاخیر کرے (یعنی قرض دار کو مہلت دے) تو اسے (دی ہوئی مہلت کے) ہر دن کے بدلے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

æ ' Ì þ³³Ûf³† VML مسلمان تاجر خریدنے، بیچنے اور اپنے حق کے مطالبہ میں، غرض ہر معاملے میں نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ایسے نرم دل شخص کو آپ ﷺ نے رحمت کی دعا دی۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: رحم اللّٰہ رجلا سمحا إذا باع و إذا اشتری و إذا اقتضی، رواہ البخاری (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں، خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں نرمی کرتا ہے۔

æ ' Ì þÛf† VMM مسلمان تاجر حرام مال سے تجارت نہیں کرتا، کیونکہ حرام خور کی نہ تو عبادات قبول ہوتی ہیں اور نہ ہی اسکے مال میں برکت ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: من اشتری ثوبا بعشرۃ دراھم و فیہ درھم حرام لم یقبل اللّٰہ لہ صلاۃ ما دام علیہ، ثم أدخل أصبعیہ فی أذنیہ و قال: صمتا إن لم یکن النبی ﷺ سمعتہ یقولہ، رواہ احمد و البیھقی (مشکوۃ صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (مثلاً) ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز قبول نہیں کرے گا جب تک کہ آدمی کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا، اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی (شہادت کی) دونوں انگلیاں اپنی کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔

رزق میں برکت کی علامت

رزق میں برکت کی علامت یہ ہے کہ اس رزق کی وجہ سے آدمی کو قناعت (جتنا مل جائے اس پر صبر وشکر کرنا) اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہو جائے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے:

قال العلامة المنلا علی القاری رحمه الله تعالی: و منها أن طلب الدعاء من الأنبياء و الأولياء مطلوب ...... فقال اللّٰهم بارك لهم فيما رزقتهم و علامة البركة القناعة و توفيق الطاعة۔ (مرقاة المفاتيح ،باب الدعوات فی الأوقات ٤/١٦٨٦ ،ط:دار الفكر بيروت)

ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری الکعبی رحمہ اللہ کا قصّہ

(جن کو ایک ہار ملا تھا، وہ انہوں نے مالک کو لوٹایا، پھر اس مالک کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہوا، بیوی کا انتقال ہوا، اور یہ ہار وراثت میں ملا جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی)

قاضی محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: كنت مجاوراً بمكة حرسها الله تعالیٰ ، میں مکہ کے پڑوس میں اقامت پذیر تھا، ایک دن مجھے سخت بھوک لگی، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے میں اپنی بھوک کو ختم کرتا، اس دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی ملی جو ریشم ہی کے تار سے بندھی ہوئی تھی، میں اس کو اٹھا کر اپنے گھر لے آیا: فحللته فوجدت فيه عقداً من لؤلؤ لم أر مثله، جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک موتیوں کا ایسا ہار پایا کہ اس جیسا ہار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ میں گھر سے نکل پڑا، دیکھا تو ایک بڑی عمر والا آدمی اس کے متعلق اعلان کر رہا ہے اس کے پاس کپڑے کا ایک تھیلا ہے: فيها خمس مائة دينار ،جس میں پانچ سو دینار تھے اعلان یہ تھا کہ: هذا لمن يرد عليّ الكيس الذي فيه اللؤلؤ ، یہ انعام اس شخص کو ملے گا جو مجھے موتی والی تھیلی دے گا، میں نے سوچا کہ اس وقت أنا محتاج، و أنا جائع، فآخذ هذا الذّهب و أردُّ عليه الكيس ، میں محتاج اور بھوکا ہوں، یہ سونا میں لے کر اس سے نفع حاصل کرلونگا اور اس کو اسکی

موتی والی تھیلی لوٹا دوں گا، میں نے اس سے کہا: تعال اليّ ،تشریف لے آیئے چنانچہ میں اس کو اپنے گھر لے آیا، اس نے تھیلی، ہار، موتی، اس کی تعداد اور اس کے ساتھ لگے بندھے ہوئے دھاگہ کی علامت بتادی، میں نے وہ نکال کر اس کے حوالہ کیا: فسلم اليّ خمس مائة دينار، فما اخذتها ،اس نے مجھے پانچ سو دینار حوالہ کردیئے، میں نے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: يجب عليّ أن أعيده اليك ولا آخذ له جزاءً ،اس کا لوٹانا تو میرے ذمہ ضروری تھا میں اس کا کوئی بدلہ نہیں لوں گا، اس نے کہا ''یہ ضرور لینا ہوگا'' اس نے اصرار بھی بہت کیا لیکن میں نے قبول کرنے سے انکار کیا، چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

(اس کے بعد) میرا معاملہ یوں ہوا کہ: فاني خرجت من مكة، و ركبت البحر فانكسر المركب، و غرق الناس، میں مکہ سے روانہ ہوا اور کشتی میں سوار ہوا، کشتی ٹوٹ گئی، لوگ غرق ہوئے، ان کے مال بھی تباہ ہوگئے: و سلمت أنا على قطعة من المركب، میں کشتی کے ایک ٹکڑے پر محفوظ رہا، کچھ عرصہ میں سمندر ہی میں رہا، پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں جاؤں؟

فوصلت الىٰ جزيرة فيها قوم، فقعدت في بعض المساجد چنانچہ میں ایک جزیرہ پر پہنچا جہاں کچھ لوگ تھے، میں ایک مسجد میں جا بیٹھا اور پڑھنے لگا، لوگوں نے میری قرأت سنی، جزیرہ کا ہر آدمی میرے پاس آکر کہنے لگا: علمني القرآن، مجھے قرآن کریم سکھایئے، اس طرح میں نے ان کو قرآن کریم کی تعلیم دینا شروع کیا، جس کے نتیجے میں مجھے بہت کچھ مال (بھی) ملا، قرآن شریف کے چند صفحات لے کر جب میں انہیں دیکھ کر پڑھنے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ لکھنا بھی جانتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، انہوں نے کہا: علّمنا الخط ،پھر ہمیں خط و کتابت (بھی) سکھا دیجئے، چنانچہ میں ان کے بچوں اور جوانوں کو خط و کتابت سکھاتا رہا، اس سے بھی مجھے مال کا وافر حصہ ملا، پھر انہوں نے کہا: عندنا صبيّة

يتيمة و لها شيء من الدنيا نريد أن تتزوج بها؟ فامتنعت ،ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے جس کے پاس کچھ دنیا کا ساز وسامان بھی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان سے نکاح کرلیں (محمد بن عبدالباقی فرماتے ہیں) میں نے انکار کیا لیکن انھوں نے کہا: لا بدّ، یہ ایک لازمی چیز ہے:فأجبتهم الى ذلك ،ان کے اصرار پر میں نے ہاں کردی، جب رخصتی ہوئی (اورلڑکی سے پہلی ملاقات کے لئے لڑکی، اسکے محرم رشتہ دار اور میں، سب ایک کمرے میں بیٹھ گئے) تو میں نے لڑکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا:فوجدت ذلك العقد بعينه معلّقاً في عنقها، تو وہی ہار اس کے گلے میں پہنا ہوا دیکھا، ان لوگوں نے کہا: يا شيخ كسرت قلب هذه اليتيمة من نظرك الىٰ هذا العقد، و لم تنظر اليها، آپ نے یتیم لڑکی کو دیکھنے کے بجائے اس کے ہار کی طرف (مسلسل) دیکھنے کی وجہ سے اس لڑکی کے دل کو توڑا، میں نے ان لوگوں کو اس ہار کا پورا قصہ سنایا:فصاحوا و صرخوا بالتهليل و التكبير حتىٰ بلغ الىٰ جميع أهل الجزيرة، وہ چیخ اٹھے اور لااله الا اللّٰه ، اللّٰه اکبر کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ اس واقعہ کی خبر تمام جزیرے والوں کو ہوئی:ما بكم؟ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے:ذلك الشيخ الذي أخذ منك هذا العقد أبوهذه الصبيّة ،وہ بوڑھا جس نے آپ سے یہ ہار لیا تھا وہ اسی یتیم لڑکی کا والد تھا(حج سے واپس آنے کے بعد) وہ یہ کہا کرتا تھا:اس ہار لوٹانے والے آدمی کی طرح میں نے کسی کامل مسلمان کو نہیں دیکھا ہے اور(مسلسل) وہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ : اللّٰهمّ اجمع بيني و بينه حتّىٰ أزوّجه بابنتي، اے اللہ! مجھے اور اس (نیک شخص) کو ایک جگہ جمع کردیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرادوں، وہ دعا اب قبول ہوئی، (اس کے بعد کا قصہ یہ ہوا کہ) میں کچھ عرصہ اس عورت کے ساتھ رہا:و رزقت منها ولدين، اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے بھی دیئے: ثم انها ماتت، پھر اس عورت کا انتقال ہوگیا: فورثت العقد أنا و

ولدای، وہی ہار مجھے اور میرے دو بیٹوں کو وراثت میں ملا: ثم مات الولدان فحصل العقد لی ، پھر میرے ان دونوں بیٹوں کا بھی انتقال ہوا (جس کی وجہ سے) پھر وہ پورا ہار صرف میرا ہی ہوا: فبعتہ بمائۃ الف دینار، میں نے اس کو ایک لاکھ دینار میں بیچ دیا: و ھذا المال الذی ترون معی من بقایا ذٰلک المال، یہ جو مال (کی کثرت، فراوانی اور برکت) تمہیں نظر آ رہی ہے یہ اسی (حلال) مال کے باقی ماندہ میں سے ہے۔

(غرائب الاخبار فی حیاۃ السّلف الاخیار ص: ۵۴، ط: مکتبہ دار التراث، کویت)

Vä33nfß33i لقطہ کی صورت میں جو ملا تھا اگر اس وقت واپس نہ کرتے تو حرام ہوتا اور یہ برکت نہ ہوتی، آج حلال اور جائز طور پر ملا تو اتنی برکت ہوئی جو آپ کے سامنے ہے نیز اس واقعہ سے حلال کی برکت کے ساتھ دعا کی اہمیت اور قبولیت کا پتہ بھی چلا۔

æ ' Ì V MN †3fÛ33Þ اگر کسی وجہ سے گاہک خریدا ہوا مال واپس کر دے تو بخوشی واپس لے کر اس کی رقم واپس کر دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی ھریرۃ ﷛ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من أقال مسلما أقالہ اللہ عثرتہ یوم القیامۃ ، رواہ أبو داود و ابن ماجہ و فی شرح السنۃ بلفظ المصابیح عن شریح الشامی مرسلا (مشکوۃ صـ۲۵٦)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان کی بیع واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا۔

æ ' Ì V MO †fÛÞ مسلمان تاجر دوسرے کا حق بہتر طریقے سے ادا کرتا ہے یعنی کچھ زیادہ کر کے دیتا ہے، آج کے بے دین تاجروں کی طرح نہیں ہوتا کہ بلا عذر ٹال مٹول کرتا رہے تاکہ صاحبِ حق پریشان ہو کر اپنے حق میں سے کچھ کمی کرنے پر مجبور ہو جائے

کیونکہ وہ حسنِ ادا کو اسلام کا حکم سمجھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة ﷺ أن رجلا تقاضی رسول الله ﷺ فأغلظ له فهمّ أصحابه فقال: دعوه فإن لصاحب الحق مقالا و اشتروا له بعيرا فأعطوه إياه قالوا: لا نجد إلا أفضل من سنّه، قال: اشتروه فأعطوه إياه فإن خيركم أحسنكم قضاء، متفق عليه۔ (مشكوة صـ ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے (اونٹ) کا تقاضا کیا (جو آپ ﷺ نے اس سے بطورِ قرض لیا تھا) اور تقاضا بھی بڑی سخت کلامی کے ساتھ کیا، صحابہ کرام ؓ نے (جب اس کو اس سخت کلامی اور آدابِ نبوت کے خلاف اس کی حرکت پر) سزا دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کچھ نہ کہو، کیوں کہ جس کا حق ہے اس کو کہنے کا اختیار ہے، البتہ ایسا کرو کہ ایک اونٹ خرید کر اس کو دے دو (تاکہ اس کا مطالبہ ادا ہو جائے اور اسے پھر کچھ کہنے کا حق نہ رہے) صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ (اس نے آپ ﷺ کو بطورِ قرض جو اونٹ دیا تھا) اس عمر کا کوئی اونٹ نہیں مل رہا ہے بلکہ اس سے زیادہ عمر کا مل رہا ہے (یعنی اس کا اونٹ چھوٹا اور کم تر تھا اور ہمیں جو اونٹ مل رہا ہے وہ بڑا اور اچھا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (جو اونٹ تمہیں مل رہا ہے) اسی کو خرید لو (اگر چہ وہ اس کے اونٹ کے بنسبت بڑا اور اچھا ہے) اور اسے دے دو، یاد رکھو! تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔

æ ' Ì †fÛ³Þ V MP مسلمان تاجر کو اگر کبھی ادھار یا قرض کی ضرورت پڑ جائے تو ادا کرنے کی نیت سے ادھار اور قرض لیتا ہے اور مسلسل ادائیگی کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس نیت اور کوشش سے اللہ تعالیٰ ادائیگی کی صورتیں پیدا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: من أخذ أموال الناس يريد أدائها أدى الله عنه

و من أخذ يريد إتلافها أتلفه الله عليه، رواه البخاری (مشکوۃ صـ۲۰۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا مال لے کر اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت اور احتیاج ہی کی بنا پر قرض لے اور پھر اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ ادا کرا دیتا ہے (یعنی قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے بایں طور کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت دے دیتا ہے یا آخرت میں حق دار کو راضی کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال لے کر ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی احتیاج اور ضرورت کے بغیر کسی سے قرض لے اور پھر اس قرض کی ادائیگی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔

V MQ †³fÛ³³Þ Ì ' æ مسلمان تاجر کسی کے ادھار اور قرض کو دباتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مقروض اور مدیون کی روح قرض کی وجہ سے معلّق رہتی ہے اور شہادت جیسے عملِ صالح کی وجہ سے بھی یہ گناہ معاف نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبی قتادة ﷛ قال: قال رجل: یا رسول الله! أ رأیت إن قتلت فی سبیل الله صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر یکفر الله عنی خطایای؟ فقال رسول الله ﷺ: نعم، فلما أدبر ناداه، فقال: نعم إلا الدَّین، كذلك قال جبریل، رواه مسلم۔(مشکوۃ صـ ۲۰۸)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ ﷛ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بتائیے! اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں اس حال میں کہ میں صبر کرنے والا اور ثواب کا خواہش مند ہوں (یعنی میں دکھانے، سنانے کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اور ثواب کی طلب میں جہاد کروں پھر شہید کر دیا جاؤں) اور اس

طرح جہاد کروں کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤں، بلکہ ان کے سامنے سینہ سپر رہوں (یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا جاؤں) تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کردے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر جب وہ شخص (اپنے سوال کا جواب پا کر) واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اُسے آواز دی اور فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ یقیناً معاف کردے گا مگر قرض کو معاف نہیں کرے گا، مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے یہی کہا ہے۔

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: نفس المؤمن معلّقة بدَينه حتی يقضی عنه، رواه الشافعی و أحمد و الترمذی و ابن ماجه و الدارمی

(مشکوٰة صـ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی روح اپنے قرض کی وجہ سے اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہوجائے (یعنی جب کوئی قرض دار مرجاتا ہے تو اس کی روح اس وقت تک بندگانِ صالح کی جماعت میں داخل نہیں ہوتی جب تک اس کا قرض ادا نہ ہوجائے)

(۳) عن ثوبان رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من مات و هو بریء من الكبر و الغلول و الدَّين دخل الجنة، رواه الترمذی و ابن ماجه و الدارمی (مشکوٰة ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ تکبر، خیانت اور قرض سے پاک ہو تو وہ (مقبول بندوں کے ساتھ ہوکر) جنت میں داخل ہوگا۔

(٤) عن عبد الله بن أبی ربيعة رضی الله عنه قال: استقرض منی النبی ﷺ أربعين ألفا فجاءه مال فدفعه إلیّ و قال: بارك الله تعالى فی أهلك و مالك إنما جزاء السلف الحمد و الأداء، رواه النسائی (مشکوٰة صـ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے ایک

موقع پر چالیس ہزار (درہم) قرض لیے تھے پھر جب آپ ﷺ کے پاس ایک بڑی مقدار میں مال آیا تو آپ ﷺ نے مجھے (وہ سب مال یا اس مال میں سے میرے قرض کے بقدر) دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور تمہارے اموال میں برکت عطاء فرمائے، قرض کا بدلہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ (جب قرض مل جائے تو) شکر وثناء کی جائے اور (جلد سے جلد) اس کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔

(٥) عن سعد بن الأطول رضي الله عنه قال: مات أخي و ترك ثلاثمائة دينار و ترك ولدا صغارا فأردت أن أنفق عليهم، فقال لي رسول الله ﷺ: إن أخاك محبوس بدينه فاقض عنه، قال: فذهبت فقضيت عنه و لم تبق إلا امرأة تدعي دينارين و ليست لها بينة، قال: أعطها فإنها صادقة، رواه أحمد (مشكوٰة صـ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت سعد بن الاطول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرا بھائی مرگیا تو اس نے تین سو دینار اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے، چنانچہ میں نے چاہا کہ ان تین سو دیناروں کو اس کے چھوٹے بچوں پر خرچ کردوں (اور اس کا قرض ادا نہ کروں) لیکن رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے (عالمِ برزخ میں) محبوس کردیا گیا ہے (جس کے سبب وہ وہاں کی نعمتوں اور صلحاء کی صحبت سے محروم ہے) لہٰذا تم اس کا قرض ادا کردو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ سنتے ہی) میں گھر آیا اور اپنے بھائی کا قرض ادا کیا، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے اپنے بھائی کا قرض ادا کردیا ہے، اب کسی کا کوئی مطالبہ باقی نہیں ہے، ہاں ایک عورت باقی رہ گئی ہے جو دو دینار کا دعویٰ کررہی ہے لیکن اس کا کوئی گواہ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بھی دو دینار دے دو، وہ سچی ہے۔

V MRtfÛ³þÌ ' æ مسلمان تاجر غیر مسلم تاجر کی طرح صرف اپنے پیٹ، اپنے

دسترخوان اپنے لباس، اپنے مکان اور اپنی سواری وغیرہ کے لئے نہیں کماتا بلکہ کمانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کی مختلف صورتوں میں خرچ کرنے کی نیت بھی کرتا ہے، وہ دینی ضرورتوں کے پورا کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، مقروض کے قرض کی ادائیگی اور مسکین کی حاجت براری میں اپنے وسائل اور استطاعت کے موافق پیش پیش رہتا ہے، کیونکہ اس میں اس مسلمان تاجر کو اصل اور حقیقی نفع (یعنی جہنم سے بچاؤ اور حفاظت) ملنا یقینی طور پر نظر آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی سعید الخدری ﷺ قال : أتی النبی ﷺ بجنازة لیصلی علیها فقال: هل علی صاحبکم دَین؟ قالوا: نعم قال: هل ترک له من وفاء؟ قالوا: لا ! قال: صلوا علی صاحبکم، قال علی بن أبی طالب: عليّ دینه، یا رسول اللّٰه! فتقدم فصلی علیه، وفی روایة معناه و قال: فک الله رهانک من النار کما فککت رهان أخیک المسلم، لیس من عبد مسلم یقضی عن أخیه دینه إلا فک اللّٰه رهانه یوم القیامة، رواه فی شرح السنة (مشکوٰة ص۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷺ کہتے ہیں (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نماز پڑھائیں، آپ ﷺ نے (جنازہ لانے والوں سے) دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اس ساتھی پر قرض بھی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں! آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیا یہ شخص اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر (مال) چھوڑ گیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی ﷺ نے (یہ سن کر) کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کے قرض کی ادائیگی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک اور روایت میں ہے (مگر اس کے الفاظ اس سے مختلف ہیں) کہ آپ ﷺ نے

(حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جان کو اسی طرح نجات دے جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی جان کو (قرض کے بوجھ سے) نجات دی (یاد رکھو!) جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جان کو نجات دے گا۔

æ ' Ì þ³Ûf³†S M V مسلمان تاجر اگر کسی دوسرے سے شراکت میں کاروبار کرتا ہے تو شریک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسکو زیادہ نفع پہنچانے کی نیت سے محنت کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ساتھ لے کر تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے شریک کی خیر خواہی کرنا اور اس کو دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ رفعه قال: إن الله عز وجل يقول: أنا ثالث الشريكين ما لم يخن صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما، رواه أبوداود وزاد رزين: و جاء الشيطان (مشكوٰة صـ ٢٦٠)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں کے درمیان ایک تیسرا (نگہبان) ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، اور جب وہ خیانت اور بددیانتی پر اتر آتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں۔ (ابوداود) اور رزین نے اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں ''اور پھر ان کے درمیان شیطان آجاتا ہے۔''

æ ' Ì þ³Ûf† TM V مسلمان تاجر کی دیانت داری اس معیار کی ہوتی ہے کہ دھوکا دینے والے اور خیانت کرنے والے کو بھی، نہ دھوکہ دیتا ہے نہ اس سے خیانت و بددیانتی کا معاملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کو بلند اخلاق، اعلیٰ کردار اور حکمِ شرع سمجھتا ہے۔

عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أدِّ الأمانة إلى من ائتمنك و لا تخن من خانك، رواه الترمذی و أبو داود و الدارمی (مشكوٰة صـ ٢٦٠)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تمہیں امین بنایا ہے اس کی امانت اس تک پہنچا دو، جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

V MU †33fÛ33þ Ì ' æ جب تک مالِ تجارت اس کے قبضے میں نہیں آتا، آگے دوسرے کو نہیں بیچتا کیونکہ مسلمان تاجر جانتا ہے کہ قبضہ سے پہلے بیع، ممنوع اور نفع حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال: نهانی رسول اللّٰه ﷺ أن أبیع ما لیس عندی، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوة صـ۲٤۸)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے منع کیا ایسی چیز کو بیچنے سے جو میرے قبضہ میں نہیں ہے۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: أما الذی نهی عنه النبی ﷺ فهو الطعام أن یباع حتی یقبض، قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: و لا أحسب کل شیء إلا مثله، متفق علیه۔

(مشکوة صـ ۲٤۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے جس چیز کو منع کیا ہے وہ غلہ ہے کہ اس کو قبضہ میں لانے سے پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے (یعنی قبضہ سے قبل غلہ بیچنے سے منع فرمایا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس بارے میں ہر چیز غلہ کی مانند ہے۔

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: من ابتاع طعاما فلا یبیعه حتی یستوفیه، و فی روایة ابن عباس: حتی یکتاله، رواه البخاری و مسلم۔

(مشکوة صـ ۲٤۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک کہ اس کو پوری طرح (قبضہ میں) نہ لے لے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک اس کو ناپ (کر قبضہ میں) نہ لے۔

æ ' Ì Þ³Û f† NL V یادرہے! بعض بے دین تاجر قرض دے کر اس سے دو طرح کا نفع لیتے ہیں۔

ایک یہ کہ قرض کے دباؤ میں اپنی کوئی چیز اس کے ہاتھ بازاری قیمت (مارکیٹ ریٹ) سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ قرض کی وجہ سے مقروض سے کوئی چیز سستے داموں خریدتے ہیں، اور یہ دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان في بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك،

رواه الترمذي و أبو داود و النسائي (مشكوة صـ ٢٤٨)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے معلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (اور قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں ہیں۔

æ ' Ì Þ³³Û f³† NM V مسلمان تاجر مبیع اور سامان کا عیب نہیں چھپاتا بلکہ گاہک کو صاف صاف بتلاتا ہے کہ اس میں فلاں فلاں عیوب ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عیب چھپانا موجبِ لعنت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے کاموں میں سے ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: من باع عيبا لم ينبه لم يزل في مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعنه، رواه ابن ماجه۔(مشکوۃ صـ۲٤۹)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جوشخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ اس کے عیب سے خریدار کو مطلع نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے، یا یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

æ ' Ì Þ³Û f† NN V مسلمان تاجر وعدہ کا پکا ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''اوفوا بالعهد'' نازل فرما کر ہم کو باہم عہد و پیمان کے نبھانے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں وعدہ خلافی کو منافقت کی ایک خصلت بتلا کر ہم کو وعدہ خلافی سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: آية المنافق ثلاث زاد مسلم: و إن صام و صلى و زعم أنه مسلم۔ ثم اتفقا: إذا حدث كذب و إذا وعد أخلف و إذا أوتمن خان (مشکوۃ صـ ۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

عام تجارتی مارکیٹوں میں کاروبار کی بعض عمومی صورتوں کے احکام ومسائل سوال جواب کے انداز میں

موجودہ دور میں مختلف اشیاء مثلاً ٹائرز، کپڑے اور دیگر ساز وسامان کی مارکیٹوں میں خرید وفروخت کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں، ان میں سے بعض ایسی صورتیں جو اکثر پیش آتی رہتی ہیں ان کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

M†fÛ³Þ Ù]ç³‰: کسی کو رقم کی ضرورت ہے وہ ٹائر، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کے دکاندار کے پاس جاتا ہے، دکاندار کو یہ معلوم ہے کہ اسے سامان کی ضرورت نہیں بلکہ رقم کی ضرورت ہے، لیکن دکاندار بدوں نفع اور سود قرض رقم دینے کے لئے تیار نہیں، اس لئے بجائے رقم کے ادھار پر سامان بیچ دیتا ہے، وہ ضرورت مند شخص دوبارہ اسی دکاندار کے ہاتھ نقد پر کم قیمت میں وہ سامان واپس بیچ دیتا ہے، اس طرح معاملہ کرنے سے دکاندار کو دو طرف سے نفع اور ضرورت مند کو نقد رقم مل جاتی ہے۔

N†fÛÞ Ù]ç³‰: سوال نمبر ا میں ضرورت مند کبھی وہ سامان ظاہری طور پر ثالث کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، جبکہ وہ ثالث حقیقت میں اسی دکاندار کا آدمی ہوتا ہے، خواہ وہ اس کا ملازم ہو یا شریک، اسی طرح وہ سامان واپس اسی دکاندار کے پاس کم قیمت میں آجاتا ہے۔

جواب: ۱ - ۲: یہ دونوں صورتیں ناجائز اور سود کھانے کا حیلہ ہیں۔

قال العلامة العينی رحمه الله تعالی: عن أبی اسحاق عن امرأته رحمها الله تعالیٰ أنها دخلت علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی نسوة فسالت امرأة فقالت: يا أم المؤمنين! كانت لی جارية فبعتها من زيد بن أرقم رضی الله تعالی

عـنـه بثـمان مائة الى العطاء (أى الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست مـائة و كتبـت عليه بثمان مائة، فقالت عائشة :بئس ماشريت و بئس ما اشتريت أخبـرى زيـد بـن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن يتـوب، فقالت الـمرأة لعائشة رضى الله تعالىٰ عنها: أ رأيت ان أخذت رأس مالى و رددت عليه الفضل؟ فقالت: "فمن جاء ه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف"

(البناية فى شرح الهداية ۷/ ۲۳۰،ط: رشيديه)

ترجمہ: ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چند عورتوں کے ساتھ آئی، تو اس عورت نے کہا: ام المؤمنین! میری ایک باندی تھی میں نے اس کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر آٹھ سو درہم کے بدلے ادھار بیچا، پھر میں نے اس باندی کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے چھ سو درہم کے بدلے خرید لیا اور چھ سو درہم میں نے ان کو نقد دے دیئے اور میں نے ان کے ذمے آٹھ سو درہم ادھار لکھ لئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: برا ہے جو تو نے خریدا اور برا ہے جو تو نے بیچا، زید بن ارقم کو یہ بات پہنچادے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جہاد کو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا، باطل کر دیا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں پس اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا: آپ کیا سمجھتی ہیں کہ اگر میں اپنے رأس المال کو لے لوں اور زیادتی ان کو لوٹا دوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پھر جس شخص کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا۔''

سود پر قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں شدید وعیدیں آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) سود خوروں کے لئے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے:

قال اللّٰہ عزّ وجل : يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِن كُنتُم مُّؤمِنِينَ۔ فَاِن لَّم تَفعَلُوا فَأذَنُوا بِحَربٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِه۔ (البقرة ۲۷۸/ ۲۷۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔''

(۲) سود کھانا کبیرہ اور تباہ کن گناہ ہے:

عن أبی ھریرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع المُوبقات قالوا : یا رسول اللّٰہ! و ما ھن؟ قال: الشرك باللّٰہ، و السّحرُ، و قتلُ النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق، و اکل الربوا، و اکل مال الیتیم، و التولی یوم الزحف، و قذف المؤمنات الغافلات، متفق علیہ۔ (مشکوۃ صـ ۱۷)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک گناہوں سے بچو! صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر جائز طور پر (بحکم شریعت)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے گھمسان کی جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مؤمنہ بیبیوں پر تہمت لگانا۔

(۳) سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے سب ملعون ہیں:

عن جابر ﷺ قال: لعن رسول اللّٰہ ﷺ اکل الربا، و موکلہ، و کاتبہ، و شاھدیہ و قال: ھم سواء۔ (مسلم صـ ۲/ ۲۷)

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی، اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

(۴) اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ سودخوروں کو جنت میں داخل نہ کرے۔

عن أبی ھریرۃ ﷺ قال: قال رسول اللہ ﷺ: أربعة حق علی اللہ أن لا یدخلھم الجنة، و لا یذیقھم نعیمھا، مدمن الخمر، و آکل الربا، و آکل مال الیتیم بغیر حق، و العاق لوالدیه۔ (المستدرك للحاکم، صـ۲ /۳۳۸)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں سے متعلق اللہ تعالی نے اپنا ذمہ لیا ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائیں گے۔

(الف) شراب کا عادی (ب) سودخور

(ج) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (د) والدین کا نافرمان

(۵) سود میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔

عن عبداللہ ﷺ عن النبی ﷺ قال: الربا ثلاثة و سبعون بابا، أیسرھا مثل أن ینکح الرجل أمه، و ان أربی الربا عرض الرجل المسلم۔ (المستدرك للحاکم صـ۲/۳۳۸)

حضرت ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی آبروریزی ہے۔

(۶) سود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

عن عبداللہ بن حنظلة غسیل الملائکة قال: قال رسول اللہ ﷺ: درھم الربا یأکله الرجل و ھو یعلم، أشد من ستة و ثلاثین زنیة۔ (مسند الامام أحمد، صـ۶/۲۹۶)

ابن حنظلہ غسیل الملائکہ ﷺ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

(۷) سود کی ترویج اللہ تعالی کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، فذکر حدیثا و قال فیه: ما ظهر فی قوم الزنا و الربا الا أحلوا بأنفسهم عقاب الله (مجمع الزوائد صـ ٤/٢١٣)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا اس قوم نے یقیناً اللہ تعالی کا عذاب اپنی جانوں پر اتار لیا۔

اگر کسی جہالت یا غفلت سے سود لیا، بعد میں متنبہ ہو کر نادم ہوا تو اس پر یہ تین امور واجب ہیں

(الف) توبہ واستغفار کرے۔

(ب) اپنی پوری رقم مع سود بینک سے نکال لے۔

(ج) بلانیتِ ثواب سود کی رقم مساکین پر صدقہ کردے۔

سود اور ہر قسم کا حرام مال بحکمِ لقطہ ہے، اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھا لینا واجب ہے۔ پھر اگر مالک معلوم ہے اور اس تک پہنچانا ممکن ہے تو اس کو واپس کرنا ورنہ اس کی طرف سے بلانیت ثواب مساکین پر تصدق واجب ہے۔

قال فی الهندية: و السبيل فی المعاصی ردها و ذلك ههنا برد المأخوذ ان تمكن من رده بأن عرف صاحبه و بالتصدق به ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله۔ (الهندية ٣٤٠/٥)

و فيها أيضا: و انما طاب للمساكين على قياس اللقطة (الهندية ٢١٢/٣)

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالى: و مظالم جهل أربابها و أيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله و ان استغرقت جميع ماله۔(الشامية ٤٣٤/٦ ط: رشيديه)

و قال رحمه الله تعالى أيضاً: (و وجب) أی فرض فتح وغيره (عند خوف ضياعها) كما مر لأن لمال المسلم حرمة كما لنفسه فلو تركها حتى ضاعت أثم۔(رد المحتار ٢٧٦/٤)

بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟

(۱) بیع فاسد میں مبیع سے ربح اور نفع حاصل کرنا، حرام اور حاصل شدہ نفع واجب التصدق ہے۔

قال الامام المرغینانی رحمه الله تعالی: قال: ((و من اشتری جارية بيعا فاسدا و تقابضها، فباعها و ربح فيها تصدق بالربح، و يطيب للبائع ماربح فی الثمن)) و الفرق أن الجارية مما يتعين فيتعلق العقدبها، فيتمكن الخبث فی الربح، و الدراهم و الدنانير لا تتعينان فی العقود، فلم يتعلق العقد الثانی بعينها، فلم يتمكن الخبث فلا يجب التصدق، و هذا فی الخبث الذی سببه فساد الملـ لك الخ (الهداية ۳ / ۶۷، ۶۸)

(۲) بیع فاسد ناجائز اور بحکم سود ہے، سود پر بے شمار وعیدیں ہیں، جو سوال نمبر۲ کے جواب کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالی: (فضل) و لو حكما فدخل ربا النسيئة و البيوع الفاسدة فكلها من الربا(رد المحتار ۷ / ۴۱۷، ط: رشيدية)

0†fÛÞ Ù]ç%‰ :سوال نمبر۱میں ضرورت مند کبھی سامان کو حقیقتاً اسی دکاندار کے بجائے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہے جس کا اس دکاندار کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جواب: یہ صورت جائز ہے۔[۱]

۱: قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالی: ثُمَّ الَّذِی يَقَعُ فِی قَلبِی أَنَّ مَا يُخرِجُهُ الدَّافِعُ إن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إِلَيهِ هُوَ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ أَو الحَرِيرِ فِی الصُّورَةِ الأُولَی وَكَعَودِ العَشَرَةِ فِی صُورَةِ إقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَمَكرُوهٌ وَإِلَّا فَلا كَرَاهَةَ إِلَّا خِلَافُ الأَولَی عَلَی بَعضِ الِاحتِمَالَاتِ كَأَن يَحتَاجَ المَديُونُ فَيَأبَی المَسئُولُ أَن يُقرِضَ بَل أَن يَبِيعَ مَا يُسَاوِی عَشَرَةً بِخَمسَةَ عَشَرَ إِلَی أَجَلٍ فَيَشتَرِيَهُ المَديُونُ وَيَبِيعَهُ فِی السُّوقِ بِعَشَرَةٍ حَالَّةٍ وَلَا بَأسَ فِی هَذَا فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِن الثَّمَنِ وَالقَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ فَإِن تَرَكَهُ بِمُجَرَّدِ رَغبَةٍ عَنهُ إِلَی زِيَادَةِ الدُّنيَا فَمَكرُوهٌ أَو لِعَارِضٍ يُعذَرُ بِهِ فَلَا وَإِنَّمَا يُعرَفُ ذَلِكَ فِی خُصُوصِيَّاتِ المَوَادِّ وَمَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِی خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّی بَيعَ العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِن العَينِ المُستَرجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَإِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ۔
(فتح القدير ۲/۳۲۴، ط: رشيديه)

P†fÛ³Þ Ù]ç³‰ : ضرورت مند دکاندار کے پاس گیا کہ مجھے ٹائر کپڑے وغیرہ ساز و سامان ادھار پر دے دو اس وقت چونکہ ان کے پاس اس مالیت کا سامان موجود نہیں ہوتا تو وہ فون پر دوسرے دکاندار سے اتنی مالیت کا سامان خرید لیتا ہے، اور قبضہ کرنے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھ ادھار بیچ دیتا ہے، اور ایک پرچی بنا کر اس کو پکڑا دیتا ہے کہ فلاں دکاندار کے پاس یہ سامان (ٹائر، کپڑا وغیرہ ساز و سامان) پڑا ہوا ہے ضرورت مند وہاں جا کر وہ سامان اسی دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

جواب: قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے دکاندار کا ضرورت مند پر بیچنا پھر ضرورت مند کا پرچی لے کر اس دوسرے دکاندار پر بیچنا دونوں ناجائز ہیں۔ [۱]

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان فى بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك،

رواه الترمذى و أبو داود و النسائى (مشكوة صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

۱: قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ: وَمِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرى المَنقُولَ فَلا يَصِحُّ بَيعُهُ قَبلَ القَبضِ؛ لِمَا رُوِىَ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَن بَيعِ مَا لَم يُقبَض وَالنَّهىُ يُوجِبُ فَسَادَ المَنهِىِّ؛ وَلأَنَّهُ بَيعٌ فِيهِ غَرَرُ الانفِسَاخِ بِهَلاكِ المَعقُودِ عَلَيهِ؛ لِأَنَّهُ إِذَا هَلَكَ المَعقُودُ عَلَيهِ قَبلَ القَبضِ يَبطُلُ البَيعُ الأَوَّلُ فَينفَسِخُ الثَّانِى؛ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأَوَّلِ وَقَد نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن بَيعٍ فِيهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَاعَهُ مِن غَيرِ بَائِعِهِ أَو مِن بَائِعِهِ؛ لِأَنَّ النَّهىَ مُطلَقٌ لا يُوجِبُ الفَصلَ بَينَ البَيعِ مِن غَيرِ بَائِعِهِ وَبَينَ البَيعِ مِن بَائِعِهِ وَكَذَا مَعنَى الغَرَرِ لا يَفصِلُ بَينَهُمَا فَلا يَصِحُّ الثَّانِى وَالأَوَّلُ عَلَى حَالِهِ۔ وَلا يَجُوزُ إِشرَاكُهُ وَتَولِيَتُهُ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ بَيعٌ۔

(بدائع الصنائع ۴/۳۹۴، ط: رشيديه جديد)

قال الامام قاضى خان رحمه الله تعالىٰ: و حيلة أخرى أن يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل و يدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره بأقل مما اشترىٰ ثم ذلك الغير يبيعها من المقرض بما اشترىٰ لتصل السلعة اليه بعينها و يأخذ الثمن و يدفعها الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض و يحصل الربح للمقرض، و هذه الحيلة هى العينة التى ذكرها محمد رحمه الله تعالىٰ۔ (الخانية على هامش الهندية ۲/۲۷۹، ط: رشيديه)

نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں۔

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالی: و لا ربح ما لم یضمن یرید به الربح الحاصل من بیع ما اشتراه قبل أن یقبضه و ینتقل من ضمان البائع إلی ضمانه فإن بیعه فاسد۔ فی شرح السنة: قیل: معناه إن الربح فی کل شیء إنما یحل إن لو کان الخسران علیه فإن لم یکن الخسران علیه کالبیع قبل القبض إذا تلف فإن ضمانه علی البائع و لا یحل للمشتری أن یسترد منافعه التی انتفع بها البائع قبل القبض لأن المبیع لم یدخل بالقبض فی ضمان المشتری فلا یحل له ربح المبیع قبل القبض، و قال ابن حجر رحمه الله: یجوز أن یراد بیعه و عبر عنه بالربح لأنه سببه و أن یراد به حقیقة الربح الشامل للزوائد الحاصلة من المبیع کاللبن و المبیض۔ (مرقاة المفاتیح ٦/ ٨٩،٩٠ رشیدیه قدیم)

Q†fÛÞ Ù]ç‰: سوال نمبر ۴ میں دکاندار دوسرے دکاندار سے ضرورت مند کے مطلوبہ مالیت کے مطابق سامان خریدنے کے بعد اپنے قبضے میں لے کر ضرورت مند کو ادھار بیچ دیتے ہیں اور ضرورت مند کو قبضہ بھی دے دیتے ہیں پھر وہ ضرورت مند اس سامان کو اسی دکان میں واپس نقد پر بیچ دیتے ہیں۔

جواب: جس قیمت پر خریدا ہے اس قیمت پر یا اس سے زیادہ پر بیچ سکتا ہے اس سے کم پر بیچنا جائز نہیں۔[1]

---

١ : سوال نمبر ۴ کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

قال العلامة العینی رحمه الله تعالیٰ: عن أبی أسحاق عن امرأته رحمها الله تعالیٰ انها دخلت علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی نسوة فسالت امرأة فقالت: یا أم المؤمنین! کانت لی جاریة فبعتها من زید بن أرقم ﷺ بثمان مائة الی العطاء (أی الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست مائة و کتبت علیه بثمان مائة، فقالت: عائشة بئس ما شریت و بئس ما اشتریت أخبری زید بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن یتوب فقالت: المرأة لعائشة رضی الله تعالیٰ عنها أ رأیت ان أخذت رأس مالی و رددت علیه الفضل فقالت "فمن جاء ه موعظة من ربه فانتهی فله ما سلف" (البنایة فی شرح الهدایة ٧/ ٢٣٠،ط: رشیدیه)

R†fÛÞ Ù]ç‰ : ضرورت مند کسی ایسے مالدار کے پاس گیا جو با قاعدہ دکاندار نہیں اور اس سے قرض مانگا اس نے کہا کہ آپ کے لئے ٹائر، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خریدتا ہوں پھر سامان خریدا اور قبضہ میں لانے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھوں قسطوں پر بیچ دیا، پھر ضرورت مند نے اسی دکاندار پر قبضہ کیے بغیر بیچ دیا۔

جواب: یہ صورت بھی، نمبر ۴ کی طرح ناجائز ہے۔ [۱]

S†fÛÞ Ù]ç‰ : سوال نمبر ۶ میں قبضہ کے بعد ضرورت مند کو قسطوں پر بیچا اور ضرورت مند نے بھی قبضہ میں لا کر اسی دکاندار کو نقد پر بیچا۔

جواب: اسی کو بیچے یا دوسرے کو بیچے، ہر دو صورتیں جائز ہیں۔ [۲]

T†fÛÞ Ù]ç‰ : ایک آدمی کو ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کی ضرورت ہے لیکن رقم پوری نہیں، ایک اور آدمی اس کے ساتھ شریک بن جاتا ہے، حقیقت میں وہ شریک اس کو قرض دے رہا ہے لیکن سود سے بچنے کے لئے رقم ملا کر نقد میں ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کا حصہ خرید لیتا ہے اور خریدنے سے قبل بطورِ وعدہ بیع اور منافع طے ہو جاتے ہیں، خریداری کے

۱، ۲ : قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله: (هو مبادلة المال بالمال بالتراضى) وَ أَمَّا شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَعَامَّةٌ وَ خَاصَّةٌ ...... وَ مِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرَى المَنقُولِ وَ فِى الدَّينِ فَبيعُ الدَّينِ قَبلَ قَبضِهِ فَاسِدٌ۔ (البحرالرائق ٥/ ٤٣٧ ط: رشيديه)

قال العلامَة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ أَمَّا تَصَرُّفُ المُشتَرِى فِى المَبِيعِ قَبلَ قَبضِهِ فَعَلَى وَجهَينِ: قَولِىٌّ وَ حِسِّىٌّ فَالأَوَّلُ فَإِن أَعَارَهُ أَو وَهَبَهُ أَو تَصَدَّقَ بِهِ أَو رَهَنَهُ وَ قَبَضَهُ المُرتَهِنُ جَازَ وَ لَو بَاعَ أَو آجَرَ لَا يَجُوزُ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ كُلُّ تَصَرُّفٍ يَجُوزُ مِن غَيرِ قَبضٍ إِذَا فَعَلَهُ المُشتَرِى قَبلَ القَبضِ لَا يَجُوزُ وَ كُلُّ مَا لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالقَبضِ كَالهِبَةِ إِذَا فَعَلَهُ المُشتَرِى قَبلَ القَبضِ جَازَ وَ يَصِيرُ المُشتَرِى قَابِضًا، كَذَا فِى الظَّهِيرِيَّةِ۔ (البحرالرائق ٥/ ٥١٣ ط: رشيديه)

و فى الهندية و اذا عرفت المبيع و الثمن فنقول من حكم المبيع اذا كان منقولاً ان لا يجوز بيعه قبل القبض ...... و تسليم المبيع هو ان يخلى بين المبيع و المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه بغير حائل و كذا التسليم فى جانب الثمن كذا فى الذخيرة۔

(الهندية ٣/ ١٣، ١٦ ط : رشيديه)

بعد پھر وہ اپنا حصہ قسطوں میں بیچ کر اس معاملہ سے الگ ہو جاتا ہے، کیا یہ حیلہ جائز ہے؟

U†fÛÞ Ù]ç³‰: اکثر دکاندار کو معلوم ہوتا ہے کہ خریدار حیلہ گر ہے ایسی صورت میں کیا دکاندار کے لئے اس حیلہ باز آدمی کے ہاتھ ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان بیچ کر اس حیلہ میں معاونت جائز ہے؟

جواب ۸، ۹: جی ہاں! دونوں صورتیں جائز ہیں، کیونکہ یہ سود اور حرام سے بچنے کے حیلے ہیں، البتہ وعدہ کو لازم سمجھ کر اس کی بنیاد پر دوسرے کو خریدنے پر مجبور کرنا، ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔ [۱]

ML†fÛÞ Ù]ç‰: ضرورت مند آدمی نے دکاندار سے فون پر ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز

۱: قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: قَوۡلُهٗ (وَ كُلٌّ أَجنَبِيٌّ فِي قِسطِ صَاحِبِهِ) أي وَ كُلُّ وَاحِدٍ مِن الشَّرِيكَينِ مَمنُوعٌ مِن التَّصَرُّفِ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ لِغَيرِ الشَّرِيكِ إِلَّا بِإِذنِهِ لِعَدَمِ تَضَمُّنِهَا الوَكَالَةَ وَ القِسطُ بِالكَسرِ الحِصَّةُ وَ النَّصِيبُ كَذَا فِي القَامُوسِ وَ لَم يَذكُرِ المُصَنِّفُ حُكمَ بَيعِ أَحَدِهِمَا حِصَّتَهُ وَ حُكمَ الِانتِفَاعِ بِهَا بِلَا بَيعٍ أَمَّا الأَوَّلُ فَقَالُوا يَجُوزُ بَيعُ أَحَدِهِمَا نَصِيبَهُ مِن شَرِيكِهِ فِي جَمِيعِ الصُّوَرِ وَ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِغَيرِ إِذنِهِ إِلَّا فِي صُورَةِ الخَلطِ وَ الِاختِلَاطِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِإِذنِهِ۔

(البحر الرائق ۵ / ۲۸۰ ط: رشيديه)

قال في الهندية: أو يملكا مالا بالشراء أو بالصدقة كذا في فتاوى قاضيخان أو يوصى لهما فيقبلان كذا في الاختيار شرح المختار، و ركنها اجتماع النصيبين و حكمهما وقوع الزيادة على الشركة بقدر الملك و لا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الأخر الا بأمره، و كل منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه و يجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه في جميع الصور و من غير شريكه بغير اذنه الا في صُورَة الخلط و الاختلاط كذا في الكافي۔ (الهندية ۲ / ۳۰۱ ط: رشيديه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَوۡلُهٗ: (فَصَحَّ لَهُ بَيعُ حِصَّتِهِ) تَفرِيعٌ عَلَى التَّقيِيدِ بِمَالِ صَاحِبِهِ ط، قَوۡلُهٗ: (إِلَّا فِي صُورَةِ الخَلطِ) وَ الِاختِلَاطِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ البَيعُ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِلَا إِذنِهِ۔ وَ الفَرقُ أَنَّ الشَّرِكَةَ إِذَا كَانَت بَينَهُمَا مِن الِابتِدَاءِ بِأَن اشتَرَيَا حِنطَةً أَو وَرِثَاهَا كَانَت كُلُّ حَبَّةٍ مُشتَرَكَةً بَينَهُمَا فَبَيعُ كُلٍّ مِنهُمَا نَصِيبَهُ شَائِعًا جَائِزٌ مِن الشَّرِيكِ وَ الأَجنَبِيِّ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَت بِالخَلطِ أَو الِاختِلَاطِ كَانَ كُلُّ حَبَّةٍ مَملُوكَةٍ بِجَمِيعِ أَجزَائِهَا لَيسَ لِلآخَرِ فِيهَا شَرِكَةٌ فَإِذَا بَاعَ نَصِيبَهُ مِن غَيرِ الشَّرِيكِ لَا يَقدِرُ عَلَى تَسلِيمِهِ إِلَّا مَخلُوطًا بِنَصِيبِ الشَّرِيكِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إِذنِهِ بِخِلَافِ بَيعِهِ مِن الشَّرِيكِ لِلقُدرَةِ عَلَى التَّسلِيمِ وَ التَّسَلُّمِ۔ اهـ فتح و بحر (رد المحتار ۶ / ۴۶۱)

وسامان لے کر اسی دکاندار سے کہا کہ آپ میرے لئے بیچ دو، دکاندار نے آگے بیچ دیئے حالانکہ خریدار یعنی ضرورت مند نے نہ ٹائرز دیکھے ہیں نہ قبضہ کیا ہے۔

جواب: قبضہ کئے بغیر نہ تو ضرورت مند خود بیچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کی طرف سے بیچ سکتا ہے۔

قال الامام المرغینانی رحمه الله تعالیٰ: و من اشتری شیئاً مما ینقل و یحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه لأنه علیه السلام نهی عن بیع ما لم یقبض و لأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک (الهدایة ۱۱۸/۳)

MM†fÛ³Þ Ù]ç³‰: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کی تصویر دکھا کر بیچ دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ سامان اس بیچنے والے کے پاس ہے یا نہیں؟ اور اس کا قبضہ ہے یا نہیں؟

جواب: بیع کرتے وقت اگر وہ سامان بیچنے والے کی ملکیت اور قبضہ میں ہے تو یہ بیع جائز ہے اور وہ سامان دیکھنے کے بعد خریدنے والے کے لئے لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ اگر بیع کرتے وقت سامان بیچنے والے کی ملکیت یا قبضہ میں نہیں ہے تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔[۱]

۱: قال العلامة العینی رحمه الله تعالیٰ: و قال أبوحنیفة و أصحابه یجوز بیع الغائب علی الصفة و غیر الصفة و للمشتری خیار الرؤیة و روی ذلک أیضا عن ابن عباس و النخعی و الشعبی و الحسن البصری و مکحول و الأوزاعی و سفیان و قال صاحب التلویح کأنهم استندوا إلی ما رواه الدارقطنی فی سننه عن أبی هریرة ﷺ یرفعه من اشتری شیئًا لم یره فله الخیار، قلت: هذا الحدیث رواه الدارقطنی فی سننه عن داهر بن نوح حدثنا عمر بن إبراهیم بن خالد الکردی حدثنا وهیب الیشکری عن محمد بن سیرین عن أبی هریرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: من اشتری شیئًا لم یره فهو بالخیار إذا رآه (عمدة القاری ۸ / ۴۴۰، بیروت)

قال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ: اختلاف العلماء فی بیع الغائب اذا عرفت هذا فنقول قال الموفق: و فی بیع الغائب روایتان أظهرهما أن الغائب الذی لم یوصف و لم یتقدم رؤیته لا یصح بیعه و بهذا قال الشعبی و النخعی و الحسن و الأوزاعی و مالک و اسحاق و هو أحد قولی الشافعی و فی روایة اخریٰ أنه یصح و هو مذهب أبی حنیفة و القول الثانی ......بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي، رواه الترمذي و أبو داود و النسائي (مشكوة صـ ٢٤٨)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہیں۔

MN†fÛ³Þ Ù]ç³‰: مقروض آدمی نے دکاندار کو قرض ادا کرنے کا وقت پورا ہونے پر فون کیا کہ مجھ پر مزید ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان بیچ دو اور پھر میری طرف سے کسی اور پر فروخت کر دو اور اپنا قرضہ وصول کر لو اس طریقے پر مقروض پر مزید قرضہ چڑھتا جاتا ہے، اور دکاندار کا نفع/سود بڑھ جاتا ہے۔

جواب: یہ معاملہ بھی بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔[1]

......حاشیہ صفحہ گزشتہ......للشافعي و هل يثبت للمشتري خيار الرؤية؟ على روايتين أشهرهما ثبوته و هو قول أبي حنيفة و احتج من أجازه بعموم قول الله تعالىٰ: ﴿و أحل الله البيع﴾ و روى عن عثمان و طلحة رضي الله تعالىٰ عنهما أنهما تبايعا داريها بالكوفة و الأخرىٰ بالمدينة، فقيل لعثمان رضي الله عنه: انك قد غبنت، فقال: ما أبالي لأني بعت ما لم أره، و قيل لطلحة رضي الله عنه فقال: لي الخيار لأني اشتريت ما لم أره، فتحاكم الى جبير رضي الله عنه فجعل الخيار لطلحة ص و هذا اتفاق عنه على صحة البيع و لأنه عقد معاوضة فلم تفتقر صحته الى رؤية المعقود عليه كالنكاح۔ (اعلاء السنن ١٤/١٢٨)

قال العلامة المنلاعلي القاري رحمه الله تعالىٰ: قال ابن الملك: هذا يحتمل أمرين أحدهما أن يشتري له من أحد متاعا فيكون دلالا و هذا يصح و الثاني أن يبيع منه متاعا لا يملكه ثم يشتريه من مالكه و يدفعه إليه و هذا باطل لأنه باع ما ليس في ملكه وقت البيع و هذا معنى قوله: قال: لا تبع ما ليس عندك أي شيئا ليس في ملكك حال العقد۔ (المرقاة ٦/٨٨ : ط رشيديه قديم)

[1]: قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: بخلاف بيعه قبله فإنه باطل مطلقا، جوهرة۔ قلت: و في المواهب: و فسد بيع المنقول قبل قبضه انتهى۔ و نفي الصحة يحتملهما۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تَتِمَّةٌ جَمِيعُ مَا مَرَّ إِنَّمَا هُوَ فِي تَصَرُّفِ المشتري فِي المَبِيعِ قَبلَ قَبضِهِ فَلَو تَصَرَّفَ فِيهِ البَائِعُ قَبلَ قَبضِهِ فَإِمَّا بِأَمرِ المُشتَرِي أَو لَا فَلَو بِأَمرِهِ كَأَن أَمَرَهُ أَن يَهَبَهُ مِن فُلَانٍ أَو يُؤَجِّرَهُ فَفَعَلَ وَ سَلَّمَ صَحَّ وَ صَارَ المُشتَرِي قَابِضًا وَ كَذَا لَو أَعَارَ البَائِعُ أَو وَهَبَ أَو رَهَنَ فَأَجَازَ المُشتَرِي وَ لَو قَالَ ادفَعِ الثَّوبَ إِلَى فُلَانٍ يُمسِكُهُ إِلَى أَن أَدفَعَ لَكَ ثَمَنَهُ فَهَلَكَ عِندَ فُلَانٍ لَزِمَ البَائِعَ؛ لِأَنَّ إِمسَاكَ فُلَانٍ لِأَجلِ البَائِعِ وَ لَو أَمَرَهُ بِالبَيعِ فَإِن قَالَ: بِعهُ لِنَفسِكَ أَو بِعهُ فَفَعَلَ كَانَ فَسخًا وَ إِن قَالَ: بِعهُ لِي لَا يَجُوزُ۔(رد المحتار ٧/٣٨٦)

MO†³fÛ³Þ Ù]ç³‰: دکاندار کا ضرورت مند پر جو قرضہ ہے اس کی مدت پوری ہو چکی ہے جبکہ ضرورت مند کے پاس انتظام نہیں، دکاندار اپنے قرضے کی وصولی کے لئے مزید ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز و سامان ادھار پر دیتا ہے، ضرورت منداس کو کسی اور پر نقد پر بیچ کر سابقہ قرضہ ادا کر دیتا ہے اور اس سے زیادہ قرضے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دکاندار کو مزید نفع/سود مل جاتا ہے۔

جواب: جائز ہے، کیونکہ یہ سود سے بچنے کا حیلہ ہے۔ اسی قسم کے ایک حیلے کے جواز کی حضرات فقہاءِ کرام Âاللہ تعالیٰ نے درج ذیل عبارت میں تصریح فرمائی ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: رَجُلٌ لَهُ عَلَى رَجُلٍ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَأَرَادَ أَن يَجعَلَهَا ثَلاثَةَ عَشَرَ إِلَى أَجَلٍ قَالُوا يَشتَرِى مِنَ المَديُونِ شيئاً بِتِلكَ العَشَرَةِ، وَ يَقبِضُ المَبِيعَ، ثُمَّ يَبِيعُهُ مِنَ المَديُونِ بِثَلاثَةَ عَشَرَ إِلَى سَنَةٍ فَيَقَعُ التَّحَرُّزُ عَنِ الحَرَامِ، قَاضِى خَان مِن فَصلٍ فِيمَا يَكُونُ فِرَارًا عَنِ الرِّبَا مِن كِتَابِ البُيُوعِ وَ فِيهِ حِيَلٌ أُخرَى فَرَاجِعهَا۔ أَقُولُ: مُقتَضَاهُ أَنَّهُ يَصِحُّ أَن يَحتَالَ لِجَعلِ العَشَرَةِ ثَلاثَةَ عَشَرَ، وَ فِى الدُّرِّ المُختَارِ فِى آخِرِ بَابِ القَرضِ مَا نَصُّهُ: قُلتُ: وَ فِى مَعرُوضَاتِ المُفتِى أَبِى السُّعُودِ وَ لَو ادَانَ زَيدٌ العَشَرَةَ بِاثنَى عَشَرَ أَو بِثَلاثَةَ عَشَرَ بِطَرِيقِ المُعَامَلَةِ فِى زَمَانِنَا بَعدَ أَن وَرَدَ الأَمرُ السُّلطَانِىُّ، وَ فَتوَى شَيخِ الإِسلَامِ بِأَن لا تُعطَى العَشَرَةُ بِأَزيَدَ مِن عَشَرَةٍ وَ نِصفٍ وَ نَبَّهَ عَلَى ذٰلِكَ فَلَم يَمتَثِل مَاذَا يَلزَمُهُ فَأَجَابَ يُعَزَّرُ وَ يُحبَسُ إِلَى أَن تَظهَرَ تَوبَتُهُ وَ صَلاحُهُ فَيُترَكُ (الى قوله) فَإِنَّمَا يُحبَسُ المُخَالِفُ وَ يُعَزَّرُ لِمُخَالَفَتِهِ الأَمرَ السُّلطَانِىَّ لا لِفَسَادِ المُبَايَعَةِ فَإِنَّهُ لَو أَقرَضَ مِائَةَ دِرهَمٍ مَثَلًا وَ بَاعَ مِنَ المُستَقرِضِ سِلعَةً بِعِشرِينَ دِرهَمًا بِعَقدٍ شَرعِىٍّ صَحَّ البَيعُ وَ إِن كَانَت تِلكَ السِّلعَةُ تُسَاوِى دِرهَمًا وَاحِدًا؛ لِأَنَّ النَّهىَ السُّلطَانِىَّ لا يَقتَضِى فَسَادَ العَقدِ المَذكُورِ، أَلا تَرَى أَنَّهُ يَصِحُّ عَقدُ البَيعِ بَعدَ النِّدَاءِ فِى يَومِ

الـجُـمُـعَةِ مَـعَ وُرُودِ الـنَّـهـيِ الإِلَٰهِيِّ وَ إِن أَثِم ، وَ مَا ذَا ك إلَّا لِأَنَّ النَّهىَ لا يَقتَضِى الـفَسَادَ كَـالـصلاة فـى الأرضِ الـمَـغـصُـوبَة تَـصِـحُّ مَعَ الإِثمِ كَمَا تقرَّرَ فِى كُتُبِ الأُصُولِ (تنقيح الحامديه ۲/ ۲٤٥)

MP†³fÛ³Þ Ù]ç³‰ : ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کی ایجنسی لینا کہ وہ سامان اس ایجنسی کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ملے گا اور اس طریقے سے یہ ایجنسی والا مقابل نہ ہونے کی وجہ سے مارکیٹ میں اپنی من مانی کرتا ہے اور جو چاہے ریٹ مقرر کرتا ہے۔

جواب: جائز ہے، بشرطیکہ اس کا ریٹ غبنِ فاحش تک نہ پہنچے، ورنہ مسئلہ نمبر ۲۴ کے احکام جاری ہونگے۔ [۱]

MQ†fÛÞ Ù]ç³‰ : مشتری نے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کا کنٹینر خریدا اور بغیر دیکھے اور قبضہ کئے دوسرے علاقے میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا۔

جواب: یہ بیع فاسد اور بحکم سود ہے۔ فریقین پر واجب ہے کہ اس بیع کو ختم کر کے نئے سرے سے قبضہ کے بعد بیع کریں۔ [۲]

---

۱ : قـال الـعـلامة ابـن عابدين رحمه الله تعالىٰ: و الفرق بين الثمن و القيمة: أن الثمن ماتراضى عليه المتعاقدان۔ (رد المحتار ۷/۱۱۷)

۲ : قـال الـعـلامة الـحـصـكفى رحمه الله تعالىٰ: و لا (بيع منقول) قبل قبضه و لو من بائعه كما سيجئ ۔(الدر المختار ۷/۳۸٤)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قول (و الأصل الخ) قال فى الفتح: الأصل أن كل عقد ينفسخ بهلا ك العوض قبل القبض لم يجز التصرف فى ذلـ ـك العوض قبل قبضه كالمبيع فى البيع و الأجرة إذا كـانـت عيـنـا فـى الاجـارة و بدل الصلح عن الدين إذا كان عينا لا يجوز بيع شئ من ذلـ ـك و لا أن يشـر ك فيـه غيره .... بخلاف التصرف الذى يتم قبل القبض كالبيع مثلاً فإنه لا يـجـوز لأنه إذا قبضه الـمشترى الثانى لا يكون قابضا عن الأول لعدم توقف البيع على القبض فيلزم منه تمليـ ـك المبيع قبل قبضه و هو لا يصح لكن يرد على الأصل الـمذكور العتق و التدبير بأن أعتق أو دبر المبيع قبل قبضه فقد علمت جوازه اتفاقا مع أنه يتم قبل القبض و هو تصرف فى عقد۔

(ردالمحتار ۷/۳۸۵)

MR†³fÛ³Þ Ù]ç³‰: دکاندار جھوٹ بول کر نقد قیمت زیادہ بتا دیتا ہے جس کی وجہ سے قسطوں میں بھی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔

جواب: اگر خریدار نے مارکیٹ ریٹ پوچھا ہے۔ اور دکان دار نے عمداً غلط اور زیادہ بتایا تو یہ جھوٹ ہے۔ البتہ منافع حلال ہیں دکاندار پر اس جھوٹ جیسے گناہِ کبیرہ سے توبہ استغفار کرنا واجب ہے [۱]، جھوٹ بولنے والے تاجر پر احادیثِ مبارکہ میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ: الحلف مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلعَةِ مُمحِقَةٌ لِلبَرَکَة۔ (البخاری ۱/ ۲۸۰، باب یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قسم (شروع) میں تو مال و اسباب میں (منفعت) رواج (اور بِکنے) کا سبب بنتی ہے، لیکن (انجامِ کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

عن أبی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "ثلاثة لا یکلمھم اللہ یوم القیامة و لا ینظر الیھم و لا یزکیھم، و لھم عذاب الیم" قال أبو ذر: خابوا و خسروا من ھم؟ یارسول اللہ! قال: المسبل، و المنان و المنفق سلعته بالحلف الکاذب" رواہ مسلم۔ (مشکوۃ المصابیح، باب المساھلة فی المعاملة ۱/۲۴۳)

---

۱ : قال العلامة المنلا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: للسلعة بالکسر أی مظنة و سبب انفاقھا أی رواجھا فی ظن الحالف (ممحقة للبرکة) أی سبب لذھاب برکة المکسوب إما بتلف یلحقه فی ماله أو بانفاقه فی غیر ما یعود نفعه إلیه فی العاجل أو ثوابه فی الآجل أو بقی عنده و حرم نفعه أو ورثه من لا یحمده۔ (مرقاۃ المفاتیح ۶/ ۴۰)

قال العلامة شیخ الاسلام التمرتاشی رحمه اللہ تعالیٰ: الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه و المراد التعریض لأن عین الکذب حرام۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه اللہ تعالیٰ: تحت قوله: (الکذب مباح لاحیاء حقه) و اعلم أن الکذب قد یباح و قد یجب، و الضابط فیه کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء: ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق و الکذب جمیعا، فالکذب فیه حرام، و ان أمکن التوصل الیه بالکذب وحدہ فمباح ان أبیح تحصیل ذلک المقصود و واجب ان وجب تحصیله۔

(رد المحتار ۹/ ۷۰۴، باب الحظر و الاباحة)

ترجمہ : حضرت ابوذر ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا نہ (بنظر رحمت وعنایت) ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ابوذر ؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ تو خیرو بھلائی سے محروم ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تو پائنچے (ٹخنے سے نیچے) لٹکانے والا، دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

عن عبد الله بن أبی أوفی ؓ: أن رجلا أقام سلعة و هو فی السوق فحلف بالله لقد أعطی بها ما لم يعط ليوقع فيها رجلا من المسلمين فنزلت ﴿إن الذين يشترون بعهد الله و أيمانهم ثمنا قليلا﴾۔(تفسير البغوی ١/ ٤٦١،ط:احياء التراث)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار کے اندر اپنے سودے کو رواج دیا اور اس نے قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی کہ مجھے پیش کش کی گئی ہے اس سودے کی اتنی قیمت پر تاکہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اس میں واقع کردے (یعنی غلط تأثر دے کر پیسہ وصول کرلے) پس یہ آیت نازل ہوئی ''بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنے قسموں کے عوض قیمت تھوڑی سی یہ (وہ) لوگ ہیں (کہ نہیں ہے) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور نہ کلام کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ نہ دیکھے گا ان کی طرف (نظرِ رحمت سے) قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

MS†fÛÞ Ù]ç‰ : ایک دکاندار کے پاس مال نہیں، کوئی اس سے مارکیٹ ریٹ معلوم کرکے اس کا منافع معلوم کرنا چاہتا ہے۔ مارکیٹ میں اس کے مختلف ریٹس ہیں تو دیانت کا تقاضا کیا ہے کہ دکاندار کونسا ریٹ بتائے؟

جواب: جس ریٹ پر آپ خود نقد پر دوسروں کو دیتے ہیں وہ بتایا جائے۔ اگر مارکیٹ میں آپ کے ریٹ سے کم یا زیادہ ریٹس ہیں تو یہ بھی بتایا جائے کہ مارکیٹ میں اس کے کم اور زیادہ کے بھی ریٹس ہیں۔ [۱]

MT†fÛÞ Ù]ç‰: قبضہ کی تعریف کیا ہے اور کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبیع جب بائع کے پاس ہو تو قبضے کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قبضہ حقیقی (۲) قبضہ حکمی

(۱) قبضہ حقیقی: قبضہ حقیقی یہ ہے کہ مشتری مبیع کو بائع سے ہاتھ در ہاتھ وصول کرے۔

(۲) قبضہ حکمی: قبضہ حکمی یہ ہے کہ بائع مبیع کو دوسرے اموال سے الگ کر کے مشتری اور مبیع کے درمیان قبضہ کے ہر مانع اور رکاوٹ کو ہٹا دے، تا کہ مشتری مبیع میں ہر قسم کے تصرف پر قادر ہو جائے، اس کو اصطلاح میں ''تخلیہ'' بھی کہتے ہیں۔

پھر غیر < چیزوں میں (یعنی ایک جنس کی وہ چیزیں جو ایک جیسی شمار نہیں ہوتیں جیسے چوپائے مویشی) اور معدوداتِ متفاوتہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر بیچی جاتی ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں مثلاً کیلے، مالٹے وغیرہ) میں تخلیہ اتفاقاً قبضِ تام (مکمل قبضہ) ہے۔

---

۱ : عن تمیم الداری ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: ان الدین النصیحة ان الدین النصیحة ان الدین النصیحة قالوا: لمن؟ یا رسول الله! قال: لله و کتابه و رسوله و ائمة المؤمنین و عامتهم أو ائمة المسلمین و عامتهم۔

قال العلامة خلیل احمد السهار نفوری رحمه الله تعالیٰ: قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: فمعنی نصیحة الله تعالیٰ صحة الاعتقاد بوحدانیتة و اخلاص النیة فی عبادته و النصیحة لکتاب الله الایمان به و العمل بما فیه و النصیحة لرسول الله ﷺ التصدیق لنبوته و بذل الطاعة له فیما أمربه و نهی عنه و النصیحة لائمة المؤمنین أن یطیعهم فی الحق و ان لایری الخروج علیهم بالسیف اذا جاروا و النصیحة لعامة المسلمین ارشادهم الی مصالحهم۔ (بذل المجهود ۵/۲۶۶)

< چیزوں (یعنی وہ چیزیں جو ایک دوسرے کی مثل شمار ہوتی ہیں مثلاً گندم، جوار، باجرہ، سونا، چاندی، ایک برانڈ کے ٹائر، ایک نام کی کتابیں، ایک نام کے برتن وغیرہ) اور معدوداتِ متقاربہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر فروخت کی جاتی ہیں اور آپس میں ایک جیسی شمار کی جاتی ہیں جیسے انڈے وغیرہ) کا حکم یہ ہے کہ اگر تخمیناً اور اندازے سے بیچے گئے ہوں تو "تخلیہ" سے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

اگر کیل یا وزن یا گن کر بیچے گئے ہوں تو جب کیل یا وزن یا گنتی کر لی جائے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

قبضہ کی ان صورتوں کے بغیر مشتری کے لئے آگے بیچنا جائز نہ ہوگا۔[1]

---

۱ : قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: وَ أَمَّا مَا يَصِيرُ بِهِ قَابِضًا حَقِيقَةً فَفِى التَّجرِيدِ تَسلِيمُ المَبِيعِ أَن يُخَلِّيَ بَينَهُ وَ بَينَ المَبِيعِ عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ مِن قَبضِهِ بِغَيرِ حَائِلٍ وَ كَذَا تَسلِيمُ الثَّمَنِ وَ فِى الأَجنَاسِ يُعتَبَرُ فِى صِحَّةِ التَّسلِيمِ ثَلاثَةُ مَعَانٍ أَن يَقُولَ خَلَّيتُ بَينَكَ وَ بَينَ المَبِيعِ وَ أَن يَكُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِي عَلَى صِفَةٍ يَتَأَتَّى فِيهِ الفِعلُ مِن غَيرِ مَانِعٍ وَ أَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِهِ۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: قوله: (و أما ما يصير به قابضاً حقيقة) فيه نظر و الظاهر أن يقول حكماً بدل حقيقة لأن حقيقة القبض التسليم باليد و التخلية المذكورة ليست كذلك بل غايتها التمكن من حقيقة القبض۔ (البحر الرائق مع منحة الخالق ۵ /۵۱۵)

قال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالیٰ: وَ أَمَّا تَفسِيرُ التَّسلِيمِ وَ القَبضِ فَالتَّسلِيمُ وَ القَبضُ عِندَنَا هُوَ التَّخلِيَةُ وَ التَّخَلِّي وَ هُوَ أَن يُخَلِّيَ البَائِعُ بَينَ المَبِيعِ وَ بَينَ المُشتَرِي بِرَفعِ الحَائِلِ بَينَهُمَا عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ المُشتَرِي مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ فَيُجعَلُ البَائِعُ مُسَلِّمًا لِلمَبِيعِ وَ المُشتَرِي قَابِضًا لَهُ، ثُمَّ لا خِلافَ بَينَ أَصحَابِنَا فِى أَنَّ أَصلَ القَبضِ يَحصُلُ بِالتَّخلِيَةِ فِى سَائِرِ الأَموَالِ وَ اختَلَفُوا فِى أَنَّهَا هَل هِيَ قَبضٌ تَامٌّ فِيهَا أَم لا وَ جُملَةُ الكَلامِ فِيهِ أَنَّ المَبِيعَ لا يَخلُو إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ وَ إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لا مِثلَ لَهُ فَإِن كَانَ مِمَّا لا مِثلَ لَهُ مِنَ المَذرُوعَاتِ وَ المَعدُودَاتِ المُتَفَاوِتَةِ فَالتَّخلِيَةُ فِيهَا قَبضٌ تَامٌّ بِلا خِلافٍ حَتَّى لَو اشتَرَى مَذرُوعًا مُذَارَعَةً أَو مَعدُودًا مُعَادَدَةً وَ وُجِدَتِ التَّخلِيَةُ يَخرُجُ عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَجُوزُ لَهُ بَيعُهُ وَ الانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الذَّرعِ وَ العَدِّ بِلا خِلافٍ وَ إِن كَانَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ فَإِن بَاعَهُ مُجَازَفَةً فَكَذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ لا يُعتَبَرُ مَعرِفَةُ القَدرِ فِى بَيعِ المُجَازَفَةِ وَ إِن بَاعَ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً فِى المَكِيلِ وَ المَوزُونِ وَ خَلَّى فَلا خِلافَ فِى أَنَّ المَبِيعَ يَخرُجُ ......

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

MU†³fÛ³Þ Ù]ç³³%‰ : وعدۂ بیع کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا پورا کرنا واجب ہے، نیز اس وعدۂ بیع کی وجہ سے بعد میں بیع پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وعدۂ بیع کے مسائل درج ذیل ہیں۔

......حاشیہ صفحہ گزشتہ......عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَدخُلُ فِي ضَمَانِ المُشتَرِي حَتَّى لَو هَلَكَ بَعدَ التَّخلِيَةِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ يُهلَكُ عَلَى المُشتَرِي۔ وَ كَذَا لا خِلافَ فِي أَنَّهُ لا يَجُوزُ لِلمُشتَرِي بَيعُهُ وَ الِانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ وَ كَذَا لَو اكتَالَهُ المُشتَرِي أَو اتَّزَنَهُ مِن بَائِعِهِ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً مِن غَيرِهِ لَم يَحِلَّ لِلمُشتَرِي مِنهُ أَن يَبِيعَهُ أَو يَمتَنِعَ بِهِ حَتَّى يَكِيلَهُ أَو يَزِنَهُ وَ لا يُكتَفَى بِاكتِيَالِ البَائِعِ أَو اتِّزَانِهِ مِن بَائِعِهِ وَ إِن كَانَ ذَلِكَ بِحَضرَةِ هَذَا المُشتَرِي لِمَا رُوِيَ عَن رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَن بَيعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُجرَى فِيهِ صَاعَانِ صَاعُ البَائِعِ وَ صَاعُ المُشتَرِي۔ وَ رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيهِ الصَّلاةُ وَ السَّلامُ نَهَى عَن بَيعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُكَالَ۔ لَكِن اختَلَفُوا فِي أَنَّ حُرمَةَ التَّصَرُّفِ قَبلَ الكَيلِ أَو الوَزنِ لِانعِدَامِ القَبضِ بِانعِدَامِ الكَيلِ أَو الوَزنِ أَو شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى مَعَ حُصُولِ القَبضِ بِتَمَامِهِ بِالتَّخلِيَةِ قَالَ بَعضُ مَشَايِخِنَا: إِنَّهَا تَثبُتُ شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى وَ قَالَ بَعضُهُم: الحُرمَةُ لِمَكَانِ انعِدَامِ القَبضِ عَلَى التَّمَامِ بِالكَيلِ أَو الوَزنِ وَ كَمَا لا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي المَبِيعِ المَنقُولِ بِدُونِ قَبضِهِ أَصلًا لا يَجُوزُ بِدُونِ قَبضِهِ بِتَمَامِهِ وَ أَمَّا المَعدُودَاتُ المُتَقَارِبَةُ إِذَا بِيعَت عَدَدًا لا جُزَافًا فَحُكمُهَا حُكمُ المَكِيلاتِ وَ المَوزُونَاتِ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ حَتَّى لا يَجُوزَ بَيعُهَا إِلَّا بَعدَ العَدِّ هذا اذا كان المبيع في يد البائع وقت البيع۔ (بدائع الصنائع ٤/٤٩٨:٤٩٩، ط : رشيديه جديد)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع و لا حائل و شرط في الاجناس شرطا ثالثا و هو أن يقول: خليت بينك و بين المبيع ـــــــ الخ

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ مِن القَبضِ) ـــــــ وَ حَاصِلُهُ: أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلا كُلفَةٍ لَكِنَّ ذَلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ فَفِي نَحوِ حِنطَةٍ فِي بَيتٍ مَثَلًا فَدَفعُ المِفتَاحِ إِذَا أَمكَنَهُ الفَتحُ بِلا كُلفَةٍ قَبضٌ ـــــ قَولُهُ: (بِلا مَانِعٍ) بِأَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِهِ ـــــ قَولُهُ: (وَلا حَائِل) بِأَن يَكُونَ فِي حَضرَته ـــــ قَولُهُ: (أَن يَقُولَ خَلَّيتُ إلَخ) الظَّاهِرُ أَنَّ المُرَادَ بِهِ الإِذنُ بِالقَبضِ لا خُصُوصُ لَفظِ التَّخلِيَةِ۔

(ردالمحتار ٧/٩٥:٩٧، ط : رشيديه)

قال العلامة محمود بن احمد بن عبدالعزيز رحمه الله تعالىٰ: و تسليم المبيع: هو أن يخلي بين المبيع و بين المشتري على وجه يتمكن المشتري من قبضه من غير حائل۔

(المحيط البرهاني ٩/٢٣٩)

﴿وعدہ کے مسائل﴾

مسئلہ نمبرا : گاہک نے دکاندار سے کہا کہ اگر فلاں قسم کا مال (ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز و سامان) آپ منگوا دیں تو میں اتنی قیمت پر خریدنے کا وعدہ کرتا ہوں یا خریدوں گا اور اسکے دل میں وعدہ کرتے وقت یہ بدنیتی تھی کہ اس وعدہ کو پورا نہ کروں گا، اور اس سے یہ مال نہیں خریدوں گا۔

ایسی وعدہ خلافی کو احادیث مبارکہ میں نفاق، یا نفاق کی علامت کہا گیا ہے، اور یہ وعدہ خلافی جھوٹ، دھوکہ اور حرام ہے۔

مسئلہ نمبر۲ : بوقتِ وعدہ پورا کرنے کا دل میں ارادہ تھا لیکن بعد میں اتفاقاً کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اور وعدہ خلافی ہوگئی۔

ایسے وعدہ کا حکم یہ ہے کہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس وعدہ کا پورا کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۲/۱۲۱، مرقاۃ ۴/۶۵۳، الاذکار للنووی صفحہ ۲۸۲، بحوالہ غیر سودی بینکاری صفحہ ۱۳۸)

الحاصل: اس صورت میں وعدہ خلافی کی وجہ سے اس کو منافق کہنا، زبان کا کچا کہنا اور مختلف طعنوں سے اس کو ذلیل کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۳ : پورا کرنے کی نیت سے وعدہ کرنے کے بعد کسی وجہ سے اب مال کی خریداری کو نقصان سمجھتا ہے، کیا دکاندار وعدے کی بنیاد پر گاہک کو خریداری پر مجبور کرنے یا اس سے کسی قسم کا تاوان لینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ وہ گاہک کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے وعدے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اگر زید عمرو کو اور عمرو زید کو بیع وشراء پر بنا بر وعدہ سابقہ مجبور نہ کرے تو جائز ہے اور اگر مجبور کرے، ناجائز ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۴۰)

مسئلہ نمبر۴ : گاہک ایک مالدار یا دکاندار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خرید کر بیچ دو، اس مالدار/ دکاندار نے گاہک کو رقم دے کر خریداری کا وکیل بنا دیا کہ تم خود پہلے میرے لئے خرید و تا کہ بعد میں تم اس مال میں کوئی نقص یا عیب نہ بتاؤ۔ پھر دوبارہ مجھ سے اپنے لئے خرید لو، گاہک نے خوشی سے یہ شرط قبول کر لی اور وعدۂ بیع کر لیا۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عیب نہ بتلانے کی شرط سے اس کا حق ساقط نہ ہوگا اگر گاہک کو اپنے لئے خریدتے وقت عیب اور نقص کا پتہ چل گیا تو گاہک کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اس عیب اور نقص کی وجہ سے مال نہ خریدے، مالدار/ دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ اس کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس کہنے سے عمرو کا حق مال کو ناقص بتلانے کا وقتِ مرابحہ فیما بینھما زائل نہیں ہوا عمرو کو مثل مشتری اجنبی کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ البتہ زید کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس وقت عمرو اجیر اور وکیل ہونے کی حیثیت سے مال لایا ہے، اگر ناقص مال لانے سے منع کر دیا تھا تو ناقص ہونے کی صورت میں عمرو سے بوجہ مخالفت کرنے کے روپیہ لے لے مگر جب مال کو قبول کر لیا تو زید کو کوئی حق نہیں رہا مگر عمرو کو یہی حق حاصل ہے''۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۴۱)

Vä³nfß³i اسلام کے نام پر جو بینک وجود میں آئے ہیں ان میں مسئلہ نمبر۳ اور مسئلہ نمبر۴ دونوں کے خلاف معاملات ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان بینکوں سے احتراز لازم ہے۔

مسئلہ نمبر۵ :ایک شخص کو دکان کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے، اس نے مالدار سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان کی ضرورت ہے آپ خرید کر مجھے ادھار بیچ دو، اگر میں نے وقت پر ادھار ادا نہ کیا تو دکان میں جو مال پڑا ہوا ہوگا وہ نقد کے ریٹ سے قرض کے عوض تجھے بیچ دونگا، اور پھر زیادہ قیمت پر ادھار پر تجھ سے خرید لوں گا، پھر اگر یہ ادھار وقت پر ادا نہیں ہوا تو پھر اس طریقے پر بیع وشراء کرلیں گے تا کہ آپ کو ادھار سے نفع ملتا رہے، مال دار اس پر راضی ہوا اور باہم اس طریقہ کار پر وعدہ ہوگیا۔

اس طرح وعدہ کرنا اور اس کا نبھانا اور دکاندار کو وعدہ کی بنیاد پر دوبارہ خریداری پر مجبور کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ بدوں وعدہ اور جبر کے جائز ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اس میں یہ شرط ٹھہری کہ پھر عمرو سے زید اس کو خریدے گا تو حرام ہے اور اگر یہ شرط نہ ٹھہری پھر اگر آزادی سے جدید رائے سے خریدے جائز ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۴۰)

مسئلہ نمبر۶ :ایک شخص نے کسی ضرورت سے اپنے مکان یا دکان کے اندر پڑے ہوئے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان دوسرے کو فروخت کیا، بیع کے تام ہونے کے بعد اس نے خریدار سے یہ وعدہ لیا کہ اگر فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک میں نے یہ رقم آپ کو واپس کردی تو یہ مکان اور ٹائرز اسی قیمت میں واپس دوگے، خریدار نے یہ وعدہ قبول کرلیا۔

اس وعدہ کو دیانۃً (یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ) پورا کرنا واجب ہے، قضاءً واجب نہیں (کمافی بیع الوفاء)۔

NL†fÛÞ Ù]ç‰:ایک دکاندار دوسرے دکاندار سے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خریدنا چاہتا ہے لیکن وہ دکاندار اس پر اعتماد نہیں کرتا جس کی وجہ سے یہ مشتری ایک اور دکاندار کو اس پہلے دکاندار سے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خریدنے کی بات کرتا ہے دوسرا

دکاندار پہلے دکاندار سے خرید کر اس مشتری کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ سامان اسی پہلی دکان پر پڑا رہتا ہے۔ †ً دس لاکھ کے ٹائرز دکاندار بارہ لاکھ کے ادھار بیچ دے۔

NM†fÛþ Ù]ç‰ :ایک اور صورت وہ یہ کہ ثالث آدمی دکاندار سے نقد پر ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خرید کر ضرورت مند کے ہاتھ قسطوں میں بیچ دے اور پھر ضرورت مند یہ سامان کسی بھی دکاندار کو فروخت کر دے؟

جواب ۲۰،۲۱: خریدنے کے بعد جب تک ان پر قبضہ نہ کرے آگے دوسرے کو بیچنا جائز نہیں۔[1]

NN†fÛþ Ù]ç‰: کسی کے پاس رقم ہے لیکن وہ دکاندار کو مضاربت پر دینے کے بجائے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز وسامان خرید کر دکاندار کے ہاتھ قسطوں پر بیچ دیتا ہے، اور پھر دکاندار قسطوں میں اس کی رقم ادا کرتا رہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

NO†³fÛ³þ Ù]ç³‰ :انتہائی مجبوری مثلاً بیماری وغیرہ کی صورت میں اگر کوئی رقم دینے کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس صورت میں اس طرح کا حیلہ کر کے یہ رقم حاصل کرنا جائز ہے؟

---

۱ : قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالىٰ: قوله: (لا بیع المنقول) أی لایصح لنهیه ﷺ عن بیع ما لم یقبض۔ (البحر الرائق ۱۹۳/٦)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالىٰ: و منها القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض۔ (بدائع الصنائع ۳۹٤/٤)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالىٰ: (لا) یصح اتفاقاً ...... (بیع منقول) قبل قبضه۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالىٰ : و لا یصح بیع منقول الخ ...... (الشامیة ۳۸٤/۷)

جواب۲۲،۲۳: دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ قبضہ کے بعد بیچیں۔ [1]

NP†³fÛ³Þ Ù]ç³‰: مارکیٹ میں تین چار دکانداروں کے پاس ایک ہی قسم کے ٹائرز ہیں جب گاہک ایک دکاندار کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کو =/37300 ریٹ بتاتا ہے دوسرا دکاندار اس کو =/37200 بتاتا ہے تیسرا اس کو =/37100 بتاتا ہے اس طریقے سے گاہک کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر یہ تین چار دکاندار آپس میں ایک دام پر مل کر اتفاق کرلیں کہ =/37300 سے کم نہیں بیچنا۔ تو آیا اس طریقے سے دکانداروں کا آپس میں اتفاق کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

یہ بات ملحوظ رہے کہ اس سے گاہک کا نقصان ہوتا ہے اور دکاندار کا فائدہ جبکہ پہلی صورت میں گاہک کو فائدہ اور دکاندار کے نفع میں کمی آتی ہے۔

۱: قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: (أمر كَفِيلَهُ بِبَيعِ العِينَة) أى بَيعِ العَينِ بالرِّبحِ نَسِيئَةً ـــــ وَ هُوَ مَكرُوهٌ أى عِندَ مُحَمَّدٍ وَ بِهِ جَزَمَ فِى الهِدَايَةِ ـ قَالَ فِى الفَتحِ: وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ: لا يُكرَهُ هَذَا البَيعُ؛ لِأَنَّهُ فَعَلَهُ كَثِيرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ حُمِدُوا عَلَى ذَلِكَ وَ لَم يَعُدُّوهُ مِنَ الرِّبَا حَتَّى لَو بَاعَ كَاغِدَةً بِأَلفٍ يَجُوزُ وَ لَا يُكرَهُ ـ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ: هَذَا البَيعُ فِى قَلبِى كَأَمثَالِ الجِبَالِ ذَمِيمٌ اختَرَعَهُ أَكَلَةُ الرِّبَا وَ قَد ذَمَّهُم رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِذَا تَبَايَعتُم بِالعِينَةِ وَ اتَّبَعتُم أَذنَابَ البَقَرِ ذَلَلتُم وَ ظَهَرَ عَلَيكُم عَدُوُّكُم أى اشتَغَلتُم بِالحَرثِ عَنِ الجِهَادِ ـ وَ فِى رِوَايَةٍ سُلِّطَ عَلَيكُم شِرَارُكُم فَيَدعُوا خِيَارُكُم فَلَا يُستَجَابُ لَكُم وَ قِيلَ إِيَّاكَ وَ العِينَةَ فَإِنَّهَا اللَّعِينَةُ ـ ثُمَّ قَالَ فِى الفَتحِ مَا حَاصِلُهُ: إِنَّ الَّذِى يَقَعُ فِى قَلبِى أَنَّهُ إِن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إِلَى البَائِعِ جَمِيعُ مَا أَخرَجَهُ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ إِلَيهِ فِى الصُّورَةِ المَارَّةِ وَ كَعَودِ الخَمسَةِ فِى صُورَةِ إِقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَيُكرَهُ يَعنِى تَحرِيمًا فَإِن لَم يَعُد كَمَا إِذَا بَاعَهُ المَديُونُ فِى السُّوقِ فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ بَل خِلَافُ الأَولَى فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِنَ الثَّمَنِ وَ القَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِنَ العَينِ المُستَرجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ اهـ وَ أَقَرَّهُ فِى البَحرِ وَ النَّهرِ و الشرنبلالية وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ جَعَلَهُ السَّيِّدُ أَبُو السُّعُودِ مَحمَلَ قَولِ أَبِى يُوسُفَ وَ حَمَلَ قَولَ مُحَمَّدٍ وَ الحَدِيثَ عَلَى صُورَةِ العَودِ ـ (ردالمحتار ۷/۶۵۵)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ المُرَادُ بِقَولِهِ تَعَيَّن عَلَيهِ حَرِيرًا اشتَرِ حَرِيرًا بِطَرِيقِ العِينَةِ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِنَ العَينِ المُستَرجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ وَ فِى البِنَايَةِ أَنَّ الكَرَاهَةَ فِى هَذَا البَيعِ حَصَلَت مِنَ المَجمُوعِ فَإِنَّ الإِعرَاضَ عَنِ الإِقرَاضِ لَيسَ بِمَكرُوهٍ وَ البُخلُ الحَاصِلُ مِن طَلَبِ الرِّبحِ فِى التِّجَارَاتِ كَذَلِكَ وَ إِلَّا لَكَانَت المُرَابَحَةُ مَكرُوهَةً ـ (البحرالرائق ۶/۳۹۱)

جواب: ثمن بائع کا حق ہے اس وجہ سے اس کے تعین کا اختیار بھی بائع ہی کو دیا گیا ہے لہٰذا دکانداروں کا باہمی رضامندی سے ایک ہی ریٹ پر متفق ہونے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، البتہ اگر انہوں نے اتنا زیادہ ریٹ مقرر کیا جو غبنِ فاحش کہلاتا ہے تو حاکمِ وقت اہلِ رائے حضرات سے مشورہ کر کے کم ریٹ مقرر کر سکتا ہے۔ [1]

---

١ : قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ لا يُسَعِّرُ السُّلطَانُ إِلَّا أَن يَتَعَدَّى أَربَابُ الطَّعَامِ عَن القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا لِقَولِهِ عَلَيهِ الصَّلاةُ وَ السَّلامُ: لا تُسَعِّروا فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ المُسَعِّرُ القَابِضُ البَاسِطُ الرَّازِقُ وَ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَقُّ البَائِعِ وَ كَانَ إِلَيهِ تَقدِيرُهُ فَلا يَنبَغِي لِلإِمَامِ أَن يَتَعَرَّضَ لِحَقِّهِ إِلَّا إِذَا كَانَ أَربَابُ الطَّعَامِ يَحتَكِرُونَ عَلَى المُسلِمِينَ وَ يَتَعَدَّونَ فِي القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا وَ عَجَزَ السُّلطَانُ عَن مَنعِهِ إِلَّا بِالتَّسعِيرِ بِمُشَاوَرَةِ أَهلِ الرَّأيِ وَ النَّظَرِ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ عَلَى رَجُلٍ فَتَعَدَّى وَ بَاعَ بِثَمَنٍ فَوقَهُ أَجَازَهُ القَاضِي وَ هٰذَا لا يُشكِلُ عَلَى قَولِ الإِمَامِ ؛ لِأَنَّهُ لا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ وَ كَذَا عِندَهُمَا إِلَّا أَن يَكُونَ الحَجرُ عَلَى قَومٍ بِأَعيَانِهِم وَ يَنبَغِي لِلقَاضِي وَ لِلسُّلطَانِ أَن لا يُعَجِّلَ بِعُقُوبَةِ مَن بَاعَ فَوقَ مَا سَعَّرَ بَل يَعِظُهُ وَ يَزجُرُهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَانِيًا فَعَلَ بِهِ كَذٰلِكَ وَ هَدَّدَهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَالِثًا حَبَسَهُ وَ عَزَّرَهُ حَتَّى يَمتَنِعَ عَنهُ وَ يَمتَنِعَ الضَّرَرُ عَنِ النَّاسِ وَ فِي العَتَّابِيِّ: وَ لَو بَاعَ شَيأً بِثَمَنٍ زَائِدٍ عَلَى مَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ فَلَيسَ عَلَى الإِمَامِ أَن يَنقُضَهُ وَ الغَبنُ الفَاحِشُ هُوَ أَن يَبِيعَهُ بِضِعفِ قِيمَتِهِ وَ إِذَا امتَنَعَ أَربَابُ الطَّعَامِ عَن بَيعِهِ لا يَبِيعُهُ القَاضِي أَوِ السُّلطَانُ عِندَ الإِمَامِ وَ عِندَهُمَا يَبِيعُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ البَالِغِ العَاقِلِ وَ هُمَا يَرَيَانِهِ۔ امتَنَعَ المُحتَكِرُ مِن بَيعِ الطَّعَامِ لِلإِمَامِ أَن يَبِيعَهُ عَلَيهِ عِندَهُم جَمِيعًا عَلَى مَسأَلَةِ الحَجرِ وَ قِيلَ يَبِيعُ بِالإِجمَاعِ ؛ لِأَنَّهُ اجتَمَعَ ضَرَرٌ عَامٌّ الطَّعَامِ يَبِيعُهُ الإِمَامُ عَلَيهِ عِندَهُم جَمِيعًا۔ وَ مَن بَاعَ مِنهُم بِمَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ صَحَّ لِأَنَّهُ غَيرُ مُكرَهٍ عَلَى البَيعِ كَذَا فِي الهِدَايَةِ وَ فِي المُحِيطِ إِن كَانَ البَائِعُ يَخَافُ إِذَا زَادَ فِي الثَّمَنِ عَلَى مَا قَدَّرَهُ أَو نَقَصَ فِي البَيعِ يَضرُّ بِهِ الإِمَامُ أَو مَن يَقُومُ مَقَامَهُ لا يَحِلُّ لِلمُشتَرِي ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعنَى المُكرَهِ وَ الحِيلَةُ فِي ذٰلِكَ أَن يَقُولَ تَبِيعُنِي بِمَا تُحِبُّ۔(البحرالرائق ٨/ ٣٧٠)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (و لا يسعر حاكم) لقوله عليه الصلاة و السلام: لا تسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، إلا إذا تعدى الأرباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة أهل الرأى، و قال مالك: على الوالى التسعير عام الغلاء و فى الاختيار: ثم إذا سعر و خاف البَائِع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشترى و حيلته أن يقول له بعنى بما تحب۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (وَ لا يُسَعِّرُ حَاكِمٌ) أَي يُكرَهُ ذٰلِكَ كَمَا فِي المُلتَقَى وَ غَيرِهِ ــــ قَولُهُ: (تَعَدِّيًا فَاحِشًا) ــــ بَيَّنَهُ الزَّيلَعِيُّ وَ غَيرُهُ بِالبَيعِ بِضِعفِ القِيمَةِ ط قَولُهُ: (بِمَا تُحِبُّ) فَحِينَئِذٍ بِأَيِّ شَيءٍ بَاعَهُ يَحِلُّ زَيلَعِيٌّ۔ وَ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَو بَاعَهُ بِأَكثَرَ يَحِلُّ وَ يَنفُذُ البَيعُ وَ لا يُنَافِي ذٰلِكَ مَا ذَكَرَهُ الزَّيلَعِيُّ وَ غَيرُهُ مِن أَنَّهُ لَو تَعَدَّى رَجُلٌ وَ بَاعَ بِأَكثَرَ أَجَازَهُ القَاضِي لِأَنَّ المُرَادَ أَنَّ القَاضِيَ يُمضِيهِ وَ لا يَفسَخُهُ وَ لِذَا قَالَ القُهُستَانِيُّ: جَازَ وَ أَمضَاهُ القَاضِي خِلَافًا لِمَا فَهِمَهُ أَبُو السُّعُودِ مِن أَنَّهُ لا يَنفُذُ مَا لَم يُجِزهُ القَاضِي۔ (ردالمحتار ٩ /٦٥٩،ط : رشيديه)

NQ†fÛÞ Ù]ç‰ :اکثر تاجر تجارت میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اپنی چیز کی بے جا تعریف اور جو چیز اپنے پاس نہیں ہے اس کی مذمت اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا وغیرہ باتوں میں مبتلا رہتے ہیں، ان پر بھی کچھ روشنی ڈالئے کہ مسلمان تاجر کے لئے اور اپنی مزدوری کو حلال کرنے کے لئے ان باتوں سے کس قدر پرہیز کی ضرورت ہے؟

جواب: تجارت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ شریعت کے موافق ہو، اس طرح تجارت کرنے اور شریعت کے موافق اوصاف کے حامل تاجروں کی فضیلت احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں آئی ہے جس کا کچھ ذکر رسالہ ہٰذا کے مقدمہ میں مسلمان تاجر کے اوصاف کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

تجارت میں جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، اپنی چیز کی بے جا تعریف کر کے لوگوں کو دھوکا دینا بدترین گناہ ہیں۔ حدیث شریف میں ان کو منافقت کی نشانیاں قرار دے کر ان بری خصلتوں کے اختیار کرنے والوں کو منافقین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" و عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال: أربع من کن فیه کان منافقا خالصا و من کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها إذا اؤتمن خان و إذا حدث کذب و إذا عاهد غدر و إذا خاصم فجر۔

(البخاری و مسلم، مشکوۃ صـ ۱۷)

ترجمہ: جس شخص میں چار باتیں ہونگی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے گی (تو سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب قول و اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے،

جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔

اسی طرح قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول سے کام لینے کو حدیث شریف میں ظلم کہا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"مطل الغنی ظلم" (البخاری و مسلم، مشکوۃ صـ ۲۵۱)

ترجمہ: صاحبِ استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود قیمت ادا نہ کرے یا کسی کا قرض دار ہو اور ادائیگی قرض پر قادر ہونے کے باوجود (قرض ادا کرنے میں) تاخیر کرے تو یہ ظلم ہے، بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ فسق ہے اور اس کی وجہ سے ایسے شخص کی گواہی رد ہوتی ہے۔ (مظاہرِ حق جدید ۳/۱۲۶)

NR†fÛÞ Ù]ç‰ : ایک آدمی کو ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز و سامان خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم والا بجائے رقم دینے کے اسے ٹائرز، کپڑے وغیرہ ساز و سامان کی دکان پر لے جا کر نقد پر سامان خریدتا ہے اور ضرورت مند کو قسطوں پر بیچ دیتا ہے، سامان اسی دکان پر پڑا رہتا ہے، کیا صرف دیکھنے سے قبضہ تام سمجھ کر آگے بیچ سکتا ہے؟

جواب: اگر دوسرے سامان سے الگ کر کے دکھا دیا اور اٹھا کر لے جانے اور ہر قسم کا تصرف دے دیا تو قبضہ تام ہو گیا، اور اب آگے بیچ بھی سکتا ہے۔[۱]

---

۱ : قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: وَفِی الأَجنَاسِ یُعتَبَرُ فِی صِحَّةِ التَّسلِیم ثَلاثَةُ مَعَان أَن یَقُولَ خَلَّیت بَینَك وَ بَینَ المَبیعِ وَ أَن یَکُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِی عَلَی صِفَةٍ یَتَأَتَّی فِیهِ الفِعلُ مِن غَیرِ مَانِعٍ وَ أَن یَکُونَ مُفرَزًا غَیرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَیرِہ۔ فَلَو کَانَ المَبِیعُ شَاغِلًا کَالحِنطَةِ فِی جَوَالِقِ البَائِعِ لَم یَمنَعهُ ـــــ وَ کَانَ أَبو حَنِیفَةَ یَقُولُ القَبضُ أَن یَقُولَ خَلَّیت بَینَك وَ بَینَ المَبِیعِ فَاقبِضهُ وَ یَقُولُ المُشتَرِی وَ هُوَ عِندَ البَائِعِ قَبَضتهُ ـــــ وَ فِی الثَّوبِ إن أَخَذَهُ بِیَدِہِ أَو خَلَّی بَینَهُ وَ بَینَهُ وَ هُوَ مَوضُوعٌ ......بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

NS†fÛÞ Ù]ç%‰ : ایک خریدار نے دوسرے ملک یا علاقہ میں کنٹینر خریدا اور بائع سے خاص رقم پر اپنی جگہ تک پہنچانے کی بات کی اس درمیان بارڈر سخت ہو گیا اور بائع نے زیادہ رقم کا مطالبہ کیا اور اس کی وجہ سے بائع اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔

NT†³fÛ³Þ Ù]ç³%‰ : کنٹینر خریدا اور بائع کے علاوہ ایک اور شخص نے ایک خاص رقم پر مشتری تک پہنچانے کی ذمہ داری لی اس درمیان بارڈر سخت ہو گیا اور اس شخص نے زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جس کی وجہ سے اس شخص اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔

جواب ۲۷، ۲۸: دونوں صورتوں میں فسخِ اجارہ کا حق حاصل ہے یعنی مشتری اور مالک سے کہہ دے کہ اتنی رقم پر اب ان حالات میں میرے لئے لے جانا اتنے کرائے پر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ فسخِ اجارہ کے بعد اگر دوبارہ عقدِ جدید ہو جائے تو اس کے مطابق معاملہ کیا جائے۔[1]

......بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ......عَلَى الأَرض فَقَالَ: خَلَّيتُ بَينَ ذلك وَ بَينَهُ فَاقبِضهُ فَقَالَ قَبَضتُهُ فَهُوَ قَبضٌ (البحرالرائق ٥/٥١٥)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وَحَاصِلُهُ : أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلَا كُلفَةٍ لَكِنَّ ذَلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ ....وَفِي نَحوِ ثَوبٍ فَكَونُهُ بِحَيثُ لَو مَدَّ يَدَهُ تَصِلُ إِلَيهِ قَبضٌ ـ(ردالمحتار ٩٦/٧)

فی الهندية : وتسليم المبيع هو أن يخلى بين المبيع وبين المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه بغير حائل...... و اجمعوا على أن التخلية فى البيع الجائز تكون قبضاً...... والتخلية فى بيت البائع صحيحة عند محمد رحمه الله تعالىٰ ......وعليه الفتوىٰ ـ(الهندية ١٦/٣)

قال شمس الائمه الحلوانى رحمه الله تعالىٰ ذكر فى النوازل أن الرجل باع ضيعة وخلىٰ بينها وبين المشترى ان كان يقرب من الضيعة يصير المشترى قابضاً وان كان يبعد عنها لا يصير قابضاً ـ(خلاصة الفتاوىٰ ٨٩/٣)

١ : وفى الهندية : الاجارة تنتقض بالاعذار عندنا وذلك على وجوه اما ان يكون من قبل احد العاقدين او من قبل المعقود عليه واذا تحقق العذر ذكر فى بعض الروايات أن الاجارة لاتنتقض وفى بعضها تنتقض ومشايخنا وفقوافقالوا ان كانت الاجارة لغرض ولم يبق ذلك الغرض او كان عذر يمنعه من الجرى على موجب العقد شرعا تنتقض الاجارة من غير نقض ـ(الهندية ٤٥٧/٤ ط: رشيديه)

NU†fÛ³Þ Ù]ç³‰: کسی شخص نے چائنا کی کمپنی سے پچیس فیصد رقم یا بعض اوقات اس سے زیادہ یا مکمل رقم بطورِ ایڈوانس دے کر سامان خریدا، ابھی سامان چائنا سے روانہ نہیں ہوا کچھ دن یا بعض اوقات زیادہ دنوں بعد یہ سامان کمپنی روانہ کرتی ہے، اب یہ شخص زید پر اس سامان کے کنٹینر کو فروخت کرتا ہے، زید اِس سامان کے کنٹینرز کو بکر پر فروخت کر دیتا ہے، جبکہ یہ کنٹینرز ابھی تک روانہ نہیں ہوئے، یا اکثر سمندری جہاز میں ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح بکر بھی بعض اوقات سمندر میں یا پورٹ پر اترنے کے بعد اور بعض اوقات راستوں میں یا گودام میں کنٹینرز کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کر دیتا ہے۔

کمپنی سے زید تک، زید سے بکر تک اور بکر کے بعد کسی اور تک ان میں سے کسی بھی شخص تک پہنچنے سے قبل اگر سامان کے کنٹینرز کا نقصان ہو گیا وہ نقصان کسی بھی صورت میں ہو، شریعت کی رو سے کس کا ہوگا؟

ان صورتوں میں بارڈر سے کراچی تک ٹائرز لانے والے لوگ صرف اپنا کرایہ لے کر سامان لاتے ہیں لیکن اگر راستے میں نقصان ہو گیا تو کس کا نقصان شمار کیا جائے گا؟ جبکہ لانے والے بعض اوقات مکمل ذمہ داری بھی لیتے ہیں، اور بعض اوقات نہیں بھی لیتے، اور اگر ذمہ داری لیتے بھی ہیں تو کرایہ کی رقم سے سامان کی قیمت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

جواب: جب تک سامان پر کمپنی سے خریدنے والے کا خود یا اس کے وکیل کا قبضہ نہ ہوا ہو اس کے لئے زید پر بیچنا اور زید کا بکر پر بیچنا سب بیوع ناجائز، بحکمِ سود اور واجب الرد ہیں۔

جب تک کمپنی نے خریدار کو یا اس کے وکیل کو قبضہ نہیں دیا، کمپنی ذمہ دار ہے اور قبضہ دینے کے بعد کمپنی کی ذمہ داری ختم ہو گئی اور اب جس کے قبضہ میں مال ہو گا خواہ وہ بائع ہو یا مشتری وہ ہی نقصان کا ذمہ دار ہو گا۔

بارڈر سے اگر کوئی اپنا قبضہ کیا ہوا مال کرائے پر کسی سے کراچی بھجوا رہا ہے اور اس میں کوئی

نقصان آجائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو اور اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی بھی ہو، جیسے لانے والا ٹائروں کو جلائے یا قصداً پھاڑ دے۔

(۲) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو مگر اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی نہ ہو، جیسے لانے والے سے ٹائرز کسی ایسی چیز پر گر جائیں جس سے وہ پھٹ کر ختم ہو جائیں۔

ان دونوں صورتوں میں تاوان بالاتفاق کرایہ دار پر آئے گا۔

(۳) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو اور اس سے احتراز اور بچنا بھی ممکن نہ ہو، جیسے ڈاکوؤں کا مال لوٹنا یا سمندر میں مال کا غرق ہونا۔

اس صورت میں بالاتفاق لانے والے پر تاوان نہیں، بلکہ تاوان مالک کا ہوگا۔

(۴) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو لیکن اس سے احتراز ممکن ہو۔

یہ صورت مختلف فیہ ہے اور اس میں چار اقوال ہیں، ہر ایک صحیح اور مفتی بہ ہے۔

(۱) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر کچھ بھی تاوان واجب نہیں سارا تاوان مالک کا ہے۔

(۲) صاحبین رÂ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر تاوان واجب ہے۔

(۳) متاخرین رÂ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصف تاوان لانے والے پر واجب ہے اور نصف مالک پر ہے۔

(۴) بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر لانے والا صالح اور نیک ہو تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غیر صالح ہو تو اس پر تاوان لازم ہے، اگر مستور الحال ہو تو دونوں پر آدھا آدھا واجب ہے۔

چوتھی صورت اس لحاظ سے کہ اس کے ذریعے پہلے تین قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے، فیصلہ اور عمل کے لئے اختیار کرنا احوط ہے، لہٰذا حَکَم اور فیصل کو نمبر ۴ کی تفصیل کے مطابق ضمان

اور تاوان کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ ۱

---

۱ : قال العلامة الزيلعي رحمه الله :قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَالْمَتَاعُ فِي يَدِهِ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْهَلَاكِ) سَوَاءٌ هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ كَالسَّرِقَةِ أَوْ بِمَا لَا يُمْكِنُ كَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ وَالْغَارَةِ الْمُكَابِرَةِ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ وَقَالَا يَضْمَنُ إلَّا إذَا هَلَكَ بِأَمْرٍ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ ؛ لِأَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا يُضَمِّنَانِ الْأَجِيرَ الْمُشْتَرَكَ فى العقد.......... وَبِقَوْلِهِمَا يُفْتَى الْيَوْمَ لِتَغَيُّرِ أَحْوَالِ النَّاسِ وَبِهِ تَحْصُلُ صِيَانَةُ أَمْوَالِهِم وَإِنْ شَرَطَ الضَّمَانَ عَلَى الْأَجِيرِ الْمُشْتَرَكِ فِي الْعَقْدِ فَإِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ فِيمَا لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ لَا يَجُوزُ بِالْإِجْمَاعِ ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا فَفَسَدَت وَإِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ فِيمَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ فَعَلَى الْخِلَافِ فَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَهُ يَفْسُدُ ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ لَا يَقْتَضِيهِ فَيَكُونُ اشْتِرَاطُهُ فِيهِ مُفْسِدًا۔(تبيين الحقائق ۶/ ۱۳۷:۱۳۹)

وفى الهندية : حكم الاجير المشترك أن ماهلك فى يده من غير صنعه فلا ضمان عليه فى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو قول زفر والحسن وأنه قياس سواء هلك بامر يمكن التحرزعنه كالسرقة والغصب أو أمر لايمكن التحرزعنه كالحرة الغالب والغارة الغالبة والمكابرة : وقال ابو يوسف و محمد رحمهما الله تعالىٰ ان هلك بأمر يمكن التحرز عنه فهو ضامن وان هلك بأمر لا يمكن التحرزعنه فلا ضمان ....وبقولهما يفتى اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة أموالهم .... وفى خلاصة الخانية فان شرط عليه الضمان فى العقد ان شرط عليه ضمان ماهلك فى يده بسبب لا يمكن الاحترازعنه كالموت فسدت الاجارة فى قولهم وان شرط عليه ضمان ماهلك فى يده بسبب يمكن الاحترازعنه كالسرقة ونحوها فكذلك عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وعندهما يصح الشرط والعقد كذا فى التتارخانيه۔(الفتاوى الهندية ۴/ ۵۰۰،ط رشيديه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : قَوْلُهُ (وَلَا يَضْمَنُ إلَخ) اعلَم أَنَّ الْهَلَاكَ إمَّا بِفِعلِ الْأَجِيرِ أَوْ لَا وَالْأَوَّلُ إمَّا بِالتَّعَدِّي أَوْ لَا ـ وَالثَّانِي إمَّا أَنْ يُمكِنَ الِاحتِرَازُ عَنْهُ أَوْ لَا فَفِي الْأَوَّلِ بِقِسْمَيْهِ يَضْمَنُ اتِّفَاقًا ـ وَفِي ثَانِي الثَّانِي لَا يَضْمَنُ اتِّفَاقًا وَفِي أَوَّلِهِ لَا يَضْمَنُ عِندَ الْإِمَامِ مُطْلَقًا وَيَضْمَنُ عِندَهُمَا مُطْلَقًا ـ وَأَفْتَى الْمُتَأَخِّرُونَ بِالصُّلْحِ عَلَى نِصْفِ الْقِيمَةِ مُطْلَقًا وَقِيلَ إنْ مُصْلِحًا لَا يَضْمَنُ وَإِنْ غَيْرَ مُصلِحٍ ضَمِنَ وَإِنْ مَسْتُورًا فَالصُّلْحُ اهـ ح وَالْمُرَادُ بِالْإِطْلَاقِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ الْمُصلِحُ وَغَيْرُهُ ـ وَفِي الْبَدَائِعِ : لَا يَضْمَنُ عِندَهُ مَا هَلَكَ بِغَيْرِ صُنعِهِ قَبْلَ الْعَمَلِ أَوْ بَعْدَهُ ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَهُوَ الْقِيَاسُ ـ وَقَالَا يَضْمَنُ إلَّا مِنْ حَرقٍ غَالِبٍ أَوْ لُصُوصٍ مُكَابِرِينَ وَهُوَ اسْتِحسَانٌ اهـ ـ قَالَ فِي الْخَيرِيَّةِ : فَهَذِهِ أَربَعَةُ أَقْوَالٍ كُلُّهَا مُصَحَّحَةٌ مُفتًى بِهَا وَمَا أَحسَنَ التَّفْصِيلِ الْأَخِيرِ وَالْأَوَّلُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى ـ وَقَالَ بَعضُهُم : قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَطَاوُسٍ وَهُمَا مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ وَقَوْلُهُمَا قَوْلُ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَبِهِ يُفتَى احتِشَامًا لِعُمَرَ وَعَلِيٍّ وصِيَانَةً لِأَمْوَالِ النَّاسِ وَاللّٰهُ أَعلَم وَفِي التَّبيِينِ : وَبِقَولِهِمَا يُفتَى لِتَغَيُّرِ أَحْوَالِ النَّاسِ وَبِهِ يَحصُلُ صِيَانَةُ أَموَالِهِم الْمَعقُودِ عَلَيهِ وَهُوَ الْمَنفَعَةُ مَضمُونَةً بِأَجرِ الْمِثلِ اهـ(ردالمحتار ۹/۱۰۹:۱۱۰)

OL†fÛþ Ù]ç³‰: ٹائرز مارکیٹ میں ایک معاملہ یہ ہوتا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آئل ٹینکرز وغیرہ مختلف قسم کی گاڑیاں ٹھیکیداروں کے توسط سے بعض کمپنیوں میں کرائے پر چلتی ہیں، ٹھیکیدار اپنا کمیشن لیتا ہے اور گاڑی والے کو ٹھیکیدار کے واسطے سے کرایہ ملتا ہے، اکثر گاڑی والوں کو وقت سے پہلے کرایہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ٹھیکیدار سے ایڈوانس رقم طلب کرتے ہیں، ٹھیکیدار اس کو کہتا ہے کہ رقم تو میرے پاس نہیں البتہ ٹائرز قسطوں پر لیتے ہو تو میں پرچی بنا کر دکاندار کے نام دیتا ہوں تم وہاں سے ٹائرز لے کر نقد پر بیچ دو اور اپنا کام چلاؤ، گاڑی کا مالک اس کے لئے تیار ہوتا ہے لہٰذا وہ کرایہ کی مد میں اس سے پرچی لے لیتا ہے اور دکاندار کے پاس جا کر اسے پرچی دے دیتا ہے چونکہ وہ ٹھیکیدار دکاندار کے ہاں معروف اور بااعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ پرچی پر لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ادھار پر ٹائرز دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک ٹائر وصول کر کے نقد پر بیچ دیتا ہے اور اپنا کام چلا لیتا ہے، اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل صورتوں کا حکم معلوم کرنا ہے۔

(الف) بعض ٹھیکیداروں کی ٹائرز مارکیٹ میں اپنی دکان ہوتی ہے، ٹھیکیدار اپنی دکان کے نام پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک جا کر پرچی حوالے کر دیتا ہے اور بدوں قبضہ ٹائرز اسی دکاندار کو نقد میں بیچ دیتا ہے اور رقم لے کر چلا جاتا ہے اور کبھی اس کے سوا کسی دوسرے پر فروخت کر دیتا ہے۔

(ب) اکثر ٹھیکیداروں کی اپنی دکان نہیں ہوتی وہ دوسرے دکاندار کے نام ادھار کی پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک پرچی لے کر دکاندار کو دے دیتا ہے پھر بدوں قبضہ اور کبھی قبضہ کر کے اس دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

(ج) ''ب'' میں کبھی قبضہ سے قبل اور کبھی قبضہ کے بعد دوسرے سے سودا کر لیتا ہے کہ فلاں دکان میں میرے ٹائرز ہیں وہاں سے اٹھا لیجئے، وہ نقد پر خرید کر وہاں سے لے لیتا ہے۔

جواب:(۱) اگر ٹھیکیدار نے گاڑی والے کو وکیل بنایا ہے کہ میرے لئے ٹائرز خرید و اس نے خرید لئے پھر ٹھیکیدار نے کہا کہ میرے لئے آگے بیچو جتنے کے بیچ دیئے وہ آپ پر قرض ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اسی دکاندار پر کم قیمت پر بیچے تو جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر یا اس دکاندار کے علاوہ کسی اور پر کسی بھی قیمت پر بیچے تو جائز ہے، بشرطیکہ گاڑی والے کا اس پر قبضہ ہو چکا ہو۔

(۲)اور اگر ٹھیکیدار نے یہ کہا کہ ٹائرز میرے لئے خرید و، گاڑی والے نے خرید کر فون کیا پھر ٹھیکیدار نے گاڑی والے پر زیادہ قیمت پر بیچا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درج ذیل تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) وکیل اس پر قبضہ کرلے۔

(ب) اپنا قبضہ ختم کر کے ٹھیکیدار کو قبضہ کرائے۔

(ج) ٹھیکیدار گاڑی والے پر بیچ کر قبضہ کرائے۔

ان شرائط کے بعد گاڑی والا آگے بیچے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

(۳) ٹھیکیدار کی دکان اپنی ہو اور وہ گاڑی والے سے کہے کہ یہ پرچی لے کر اس دکاندار سے ادھار پر ٹائرز خرید لو خریدنے کے بعد ٹھیکیدار نے کہا کہ اس کو اسی دکاندار پر نقد میں بیچو جو رقم آجائے وہ آپ لے لیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ ٹھیکیدار دھوکہ دے رہا ہے لہٰذا اسی دکاندار پر کم قیمت کے ساتھ بیچنا جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر بیچنا جائز ہے اور حقیقت میں یہ خرید و فروخت کا معاملہ نہیں بلکہ نقد قرض دینا ہے اور قرض میں کم رقم دے کر زیادہ لینا سود ہے اس لئے اس پر کم قیمت پر بیچنا ناجائز اور سود ہے اور اسی قیمت یا اس سے زیادہ پر بیچنے میں کوئی سود

لازم نہیں آتا لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔ ۱

OM†³fÛ³Þ Ù]ç³‰ :ایک شخص ٹائرز کے دکاندار کے پاس گیا اور اس سے خاص کمپنی کے خاص برانڈ کے ٹائرز دس عدد خرید لئے اور ثمن ادا کیا لیکن مجلسِ بیع میں مبیع (دس ٹائرز) پر قبضہ نہیں کیا اور نہ ہی دکاندار نے الگ کر کے دکھایا کہ یہ دس ٹائرز آپ کے ہیں، البتہ خریدار نے یہ کہا کہ میرے دس ٹائرز آپ کے پاس امانت ہیں حسبِ ضرورت لیتا رہوں گا، دکاندار نے کہا ٹھیک ہے۔ چونکہ دکاندار کے پاس اس برانڈ کے سینکڑوں ٹائرز ہیں جن میں سے کچھ دکان پر ہیں، کچھ گودام میں ہیں اور کچھ کنٹینرز میں چمن بارڈر سے آرہے ہیں، اس لئے وہ دکان کے اندر موجود سارے ٹائرز دوسروں کو بیچ دیتا ہے اور جب یہ دس ٹائرز کا خریدار مانگنے کے لئے آتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ایک دو دن میں مال آجائے گا پھر آپ کو دس ٹائرز دے دیں گے، خریدار کہتا ہے کہ مجھے ابھی دے دو، میری امانت ٹائرز آپ نے کیوں فروخت کیے۔ دکاندار کہتا ہے کہ تو نے نہ تو قبضہ کیا تھا اور نہ ہی ہم نے دس ٹائرز آپ کے لئے متعین کیے تھے لہٰذا ہم کوئی بھی دس ٹائرز دے سکتے ہیں، اس طرح دونوں میں جھگڑا ہوا۔

---

۱ : قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله: وَمِنهَا القَبضُ فِی بَیعِ المُشتَرى المَنقُولَ فَلا یَصِحُّ بَیعُهُ قَبلَ القَبضِ ؛ لِمَا رُوِیَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَن بَیعِ مَا لَم یُقبَض وَالنَّهیُ یُوجِبُ فَسَادَ المَنهِیِّ ؛ وَلِأَنَّهُ بَیعٌ فِیهِ غَرَرُ الانفِسَاخِ بِهَلاکِ المَعقُودِ عَلَیهِ ؛ لِأَنَّهُ إذَا هَلَکَ المَعقُودُ عَلَیهِ قَبلَ القَبضِ یَبطُلُ البَیعُ الأَوَّلُ فَینفَسِخُ الثَّانِی ؛ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأَوَّلِ وَقَد نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ عَن بَیعٍ فِیهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَاعَهُ مِن غَیرِ بَائِعِهِ أَو مِن بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّ النَّهیَ مُطلَقٌ لا یُوجِبُ الفَصلَ بَینَ البَیعِ مِن غَیرِ بَائِعِهِ وَبَینَ البَیعِ مِن بَائِعِهِ (بدائع الصنائع ۴/۳۹۴ ط: رشیدیه جدید)

قال الامام قاضی خان رحمه الله تعالیٰ وحیلة أخرى أن یبیع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل ویدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض یبیعها من غیره بأقل مما اشتریٰ ثم ذلک الغیر یبیعها من المقرض بما اشتریٰ لتصل السلعة الیه بعینها ویأخذ الثمن ویدفعها الى المستقرض فیصل المستقرض الى القرض ویحصل الربح للمقرض۔ وهذه الحیلة هی العینة التی ذکرها محمد رحمه الله تعالیٰ۔(الخانیة على هامش الهندیة ۲/۲۷۹ ط : رشیدیه)

اب پوچھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا معاملہ میں صرف برانڈ اور کمپنی تو متعین ہے لیکن مبیع کا عین متعین نہیں، کوئی بھی دس ٹائرز ہو سکتے ہیں، کیا اس طرح بیع کرنا شرعاً درست اور جائز ہے؟

جواب: ٹائرز مثلیات میں سے ہیں اور جو چیز مثلیات اور عددی متقارب میں سے ہوتی ہیں اس کی بیع بدوں تعیینِ عین بھی جائز ہے، بشرطیکہ مفضی الی النزاع نہ ہو یعنی اس سے آپس میں جھگڑے اور اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو، چونکہ صورتِ سوال میں سائل خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ اس عموم سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے اس لئے یہ صورت ناجائز اور بیع فاسد ہے۔

اس کے جواز کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) بوقتِ بیع یہ تصریح کی جائے کہ اس برانڈ کے جو ٹائرز آپ کی دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے ہیں خاص ان میں سے خرید لئے۔

اس صورت میں بائع کے لئے دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے سارے ٹائرز دوسرے پر بیچنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) بوقتِ بیع واضح طور پر اس دکاندار سے یہ کہا جائے کہ آپ کی ملکیت میں اس برانڈ کے جتنے ٹائرز ہیں خواہ وہ دکان میں ہیں یا گودام میں یا راستے میں کنٹینرز کے اندر ہیں ان میں سے دس خرید لئے۔

اس صورت میں مشتری نے اگر بروقت مبیع پر قبضہ نہ کیا اور بائع نے دوکان اور گودام کے اندر پڑا ہوا مال دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر مشتری کے مطالبہ پر کہا کہ اس وقت دکان اور گودام میں مال نہیں، مال راستے میں آرہا ہے اس لئے دو دن میں پہنچ کر قبضہ دیا جائے گا تو مشتری کو ناراض ہونے اور جھگڑنے کا حق حاصل نہیں۔

(۳) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کر لے پھر دکاندار کو بطورِ قرض دے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے آگے دوسرے کو بیچنا جائز ہوگا اور بوقتِ مطالبہ اگر ممکن ہو تو اسی وقت واپس دینا ضروری ہے، نیز نقصان کی صورت میں پورا نقصان دکاندار پر آئے گا۔

(۴) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کر لے پھر دکاندار کے پاس امانۃً رکھوا دے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے ان خاص دس ٹائرز کا بیچنا جائز نہ ہوگا اور نقصان کی صورت میں اگر دکاندار کی کوئی غفلت نہیں تو نقصان خریدار کا ہوگا۔ ا

ON†fÛÞ Ù]ç³‰ : کسی کے پاس دس یا بیس کنٹینرز خاص برانڈ کے ٹائر ہیں ایک شخص نے ان میں سے دو کنٹینرز خرید لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

۱ : قال الامام المرغيناني رحمه الله تعالىٰ : ومن اشترىٰ عشرة اذرع من مائة ذراع من دار اوحمام فالبيع فاسد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا : هو جائز، وان اشترىٰ عشرة اسهم من مائة سهم جاز فى قولهم جميعاً۔

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى :وَمَبنَى الخِلَافِ عَلَى أَنَّ المُؤَدَّى عشرة أَذرُعٍ مِن مائِةِ ذِرَاعٍ مُعَيَّنٌ أَوشائعٌ فَعِندَهُمَا شائعٌ كَأَنَّهُ بَاعَ عُشرمائة وَبَيعُ الشَّائِعِ جَائزٌ اتِّفَاقًا كَمَا فِى بَيعِ عَشَرَةِ أَسهُمٍ مِن مِائَةِ سَهمٍ وَعِندَهُ موَاداة قدرٍ مُعَيَّنٍ وَالجَوَانِبُ مُختَلِفَةُ الجَودَةِ فَتَقَعُ المُنَازَعَةُ فِى تعيينِ مَكَانِ العَشَرَةِ فَفَسَدَ البَيعُ فَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مُؤَدَّى عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن مِائَةٍ مِن هَذِهِ الدَّارِ شَائِعٌ لَم يَختَلِفُوا وَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ مُتَعَيِّنٌ لَم يَختَلِفُوا فَهُوَ نَظِيرُ اختِلَافِهِم فِى نِكَاحِ الصَّابِيَةِ مَبنِيٌّ عَلَى أَنَّهُم يَعبُدُونَ الكَوَاكِبَ وَلَا كِتَابَ لَهُم أَو لَهُم كِتَابٌ فَلَو اتَّفَقُوا عَلَى الثَّانِى اتَّفَقُوا عَلَى جَوَازِهِ أَو عَلَى الأَوَّلِ اتَّفَقُوا عَلَى عَدَمِ الجَوَازِ ....وَقَد يُقَالُ فَائِدَتُهُ لَا تَتَعَيَّنُ فِى ذَلِكَ لِجَوَازِ أَن يُرفَعَ بِهِ الفَسَادُ فَإِنَّ بَيعَ عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن ثَوبٍ لَا يَجُوزُ عَلَى قَولِ أَبِى حَنِيفَةَ وَلَا عَلَى قَولِهِمَا عَلَى تخريجِ طَائِفَةٍ مِن المَشَايِخِ وَعَلَى قَولِ آخَرِينَ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِيَدِهِمَا إِزَالَتُهَا فَيَذرَعُ الكُلَّ فَيُعرَفُ نِسبَةُ العَشَرَةِ وَصُحِّحَ هَذَا بِنَاءً عَلَى مَا تَقَدَّمَ لَهُمَا مِن بَيعِ صُبرَةٍ لِجَوَازِ أَن يَكُونَ العَاقِدُ يَرَى الرَّأىَ الأَوَّلَ ـ وَلَمَّا وَضَعَ المَسأَلَةَ فِى الجَامِعِ فِى عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن مِائَةِ ذِرَاعٍ ظَهَرَ أَنَّ مَا قَالَ الخَصَّافُ مِن أَنَّ الفَسَادَ عِندَهُ فِيمَا إِذَا لَم يُعرَف جُملَةُ الذُّرعَانِ ؛ وَأَمَّا إِذَا عُرِفَ جُملَتُهَا فَالبَيعُ عِندَهُ صَحِيحٌ غَيرُ وَاقِعٍ مِن جِهَةِ الرِّوَايَةِ وَكَذَا مِن جِهَةِ الدِّرَايَةِ فَإِنَّ الفَسَادَ عِندَهُ لِلجَهَالَةِ كَمَا قُلنَا وَبِمَعرِفَةِ قدرِ جُملَةِ المَبِيعِ لَا تَنتَفِى الجَهَالَةُ عَن البَعضِ الَّذِى بِيعَ مِنهُ وَاختَلَفَ المَشَايِخُ عَلَى قَولِهِمَا فِيمَا إِذَا بَاعَ ذِرَاعًا أَو عَشَرَةَ أَذرُعٍ مِن هَذِهِ الأَرضِ وَلَم يُسَمِّ جُملَتَهَا فَقِيلَ عَلَى قَولِهِمَا لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ صِحَّتَهُ عَلَى قَولِهِمَا بِاعتِبَارِ أَنَّهُ جُزءٌ شَائِعٌ مَعلُومُ النِّسبَةِ مِن الكُلِّ وَذَلِكَ فَرعُ مَعرِفَةِ جُملَتِهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِأَيدِيهِمَا إِزَالَتُهَا بِأَن تُقَاسَ كُلُّهَا فَيُعرَفُ نِسبَةُ الذِّرَاعِ أَو العَشَرَةِ مِنهَا فَيُعلَمُ قَدرُ المَبِيعِ۔

(فتح القدير ٦/ ٢٥٥،٢٥٤۔ ط: رشيديه جديد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وأما الثالث ،وهو شرائط الصحة فخمسة وعشرون منها عامة ومنها خاصة فالعامة لكل بيع شروط الانعقاد المارة لأن مالا ينعقد لا يصح، وعدم التوقيت، ومعلومية المبيع، ومعلومية الثمن بما يرفع المنازعة۔(رد المحتار ٧/ ١٤)

قال العلامة شمس الدين التمرتاشي رحمه الله تعالىٰ: فيصح استقراض الدارهم والدنانير وكذا ما يكال أو يوزن أو يعد متقاربا۔(الدر المختار على رد المحتار ٧/ ٤٠٧)

جواب: اگر نزاع اور جھگڑے کا خطرہ نہیں، تو جائز ہے۔ ورنہ نا جائز ہے۔ [۱]

﴿عیب وغیرہ کی وجہ سے سامان لوٹانا﴾

OO†fÛÞ Ù]ç³%‰ :ایک شخص ٹائرز خرید نے دکاندار کے پاس گیا اور ٹائر خرید لیے اور اس پر قبضہ بھی کر لیا، لیکن جب مشتری نے ان کو کھول کر دیکھا تو کسی میں ٹیوب خراب تھی اور کسی میں اس کے علاوہ کوئی اور نقص اور عیب تھا تو کیا ان عیوب کی وجہ سے یا ویسے ہی بغیر کسی عیب کے مشتری کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ یہ ٹائرز دکاندار کو واپس کرے اور اس سے اپنی رقم لے کر سودا ختم کر دے؟

جواب: ہر خریدار (مشتری) کو شرعاً سودا مکمل ہونے کے بعد دو اختیار حاصل ہیں۔

(۱) خیارِ رؤیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریداری کے وقت اگر خریدار نے مبیع اور سامان بن دیکھے خریدا تو ایسی صورت میں شریعت نے اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ دیکھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے پسند نہ آئے تو بیع ختم کر سکتا ہے۔

(۲) خیارِ عیب: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے کے بعد اگر مبیع اور سامان میں کسی قسم کا عیب کا (جو پہلے سے تھا) پتہ چلا تو ایسی صورت میں شریعت نے خریدار کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ یہ سودا ختم کر کے مال واپس لے سکتا ہے۔ [۲]

---

۱ : سوال نمبر ۳۰ کی عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

۲ :قال فی الھندیہ:شراء ما لم یرہ جائز کذا فی الحاوی ....من اشتریٰ شیئاً لم یرہ فلہ الخیار اذارآہ ان شاء اخذ بجمیع الثمن وان شاء سواء رآہ علی الصفة التی وصفت لہ او علی خلافھا کذا فی فتح القدیر۔(الھندیہ ۳/۵۷،۵۸ ط:رشیدیہ)

و فیہ ایضاً :خیار العیب یثبت من غیر شرط کذا فی سراج الوھاج ،واذاشتریٰ شیئاً لم یعلم بالعیب وقت الشراء ولا علمہ قبلہ والعیب یسیر او فاحش فلہ الخیار ان شاء رضی بجمیع الثمن وان شاء ردّہ کذا فی شرح الطحاوی۔(الھندیہ ۳/٦٦ ط:رسشدیہ)

و فیہ ایضاً:ویصح البیع بشرط الخیار لاحد العا قدین اولھما جمیعاً عندنا وکذا خیار الشرط لاجنبی جائز عندنا کذافی فتاویٰ قاضیخان ......فعند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی لا یجوز اکثر من ثلاثة ایام۔(الھندیہ ۳/۳۸ ط:رشیدیہ)

OP†fÛ³Þ Û]ç³‰ : (۱) ایک شخص نے ٹائر خریدے جب وہ خرید کر اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ٹیوب خراب ہوتی ہے تو اب اس کو واپس کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(۲) بیع بشرط البراء ۃ من کل عیب (یعنی بائع کا یہ کہنا کہ یہ چیز تمام عیوب سے پاک ہے) کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

(۳) اگر کوئی بائع خیارِ رؤیت کی نفی کر دے یعنی مشتری سے یہ کہے کہ تمہیں خیارِ رؤیت نہیں ہے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟

جواب: (۱) مشتری جب مبیع میں عیب پر مطلع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ یا تو اسی عیب دار چیز کو مکمل قیمت (ثمن) میں لے لے، یا مبیع واپس کر کے اپنا ثمن واپس لے لے، لیکن یہ اختیار نہیں کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور بائع سے بقدرِ عیب نقصان کی قیمت وصول کر لے۔

(۲) جائز ہے اور مشتری کو عیب کی وجہ سے رد کا اختیار نہیں۔

(۳) بائع کے نفی کرنے سے خیارِ رؤیت کا حق مشتری کو بدستور رہے گا، اس کی نفی کا اعتبار نہیں۔ [۱]

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالیٰ: واذا اطلع المشتری علی عیب فی المبیع فهو بالخیار ان شاء اخذه بجمیع الثمن وان شاء رده لأن مطلق العقد یقتضی وصف السلامة فعند فواته یتخیّر کیلا یتضرّر بلزوم مالا یرضیٰ به ولیس له ان یمسکه ویأخذ النقصان لأنّ الأوصاف لایقابلها شیءٌ من الثمن فی مجرد العقد ولأنه لم یرض بزواله عن ملکه بأقل من المسمّیٰ فیتضرّر به ودفع الضرر عن المشتری ممکن بالرّد بدون تضرّره۔ (هداية، ۲/ ٤۲، ط: رحمانيه)

و قال رحمه اللّٰه تعالیٰ ایضاً: من باع عبداً و شرط البراء ة من کل عیب فلیس له ان یرد بعیب وان لم یسم العیب بعددها وقال الشافعي رحمه اللّٰه تعالیٰ لایصحّ البراء ة بناءً علیٰ مذهبه ان الابراء عن الحقوق المجهولة لایصحّ ـــــ ولنا ان الجهالة فی الاسقاط لاتفضی الی المنازعة وان کان فی ضمنه التملیک لعدم الحاجة الی التسلیم فلا تکون مفسدة الخ ـــــ (هداية، ۲/ ۵۰، رحمانيه)

و قال رحمه اللّٰه ایضاً: واذا اشتری الرجلان غلاماً علیٰ انّهما بالخیار فرضي احدهما فلیس للآخر ان یرده عند ابی حنیفة وقالا ان یرده وعلی هذا الخلاف خیار العیب وخیار الرّؤیة لهما ان اثبات الخیار لهما اثباته لکل واحد منهما فلا یسقط باسقاط صاحبه لما فیه من ابطال حقه......

و من اشتریٰ شیئاً لم یره فالبیع جائز وله الخیار اذا رآه ان شاء اخذه بجمیع الثمن وان شاء ردّه...... ولنا قوله علیه السلام من اشتری شیئاً لم یره فله الخیار اذا رآه ولأنّ الجهالة بعدم الرؤیة لاتفضی الی المنازعة لانه لولم یوافقه یرده فصار کجهالة الوصف فی المعاین المشار الیه، وکذا اذا قال رضیت ثم رآه له ان یرده لان الخیار معلق بالرؤیة لما روینا فلا یثبت قبلها وحق الفسخ بحکم انه عقد غیر لازم لا بمقتضی الحدیث ولان الرضا بالشّیء قبل العلم باوصافه لایستحق فلا یعتبر قوله رضیت قبل الرؤیة بخلاف قوله رددت۔ (هداية، ۲/ ۳٦، ۳۷، ط: رحمانيه)

—ýl ¡n′ Ëi oÒ kÒ†• ‚ ÏÂý ™

ÝÝŠÎ] oÒ Œ] …æ] kÒ† •

واضح رہے کہ شرکت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱) شرکتِ ملک

(۲) شرکتِ عقد

• VÔ×Ú kÒ†³ دو یا زیادہ آدمیوں کا کسی چیز کا مالک بننا، جیسے ایک آدمی مر گیا تو اب اس کی جائیداد میں تمام ورثہ شریک ہیں اور ان کی شرکت شرکتِ ملک ہے۔

• V‚ ÏÂ kÒ† یعنی تجارتی شرکت جس سے مقصود نفع حاصل کرنا ہو۔

پھر شرکتِ عقد کی چار اقسام ہیں:

(۱) شرکتِ مفاوضہ

(۲) شرکتِ عنان

(۳) شرکتِ تقبل یا شرکتِ صنائع

(۴) شرکتِ وجوہ

• Vä • æ′ËÚ k³Ò†³ دو یا زیادہ آدمی آپس میں شرکت کا معاہدہ کریں اور سرمایہ، تصرفات اور نفع ونقصان سب میں برابر برابر ہوں، کم زیادہ نہ ہوں اور نفع کی تقسیم بھی سرمائے کے مطابق ہو...... جیسے زید، بکر اور خالد نے اپنا کل سرمایہ جو کہ ایک ایک لاکھ تھا جمع کر کے شرکت کی اور یہ طے بھی کیا کہ ہر ایک عمل بھی کرے گا اور ہر ایک کو نفع ونقصان میں ایک تہائی حصہ ملے گا۔ اس میں ہر ایک شریک دوسرے کا وکیل بھی ہوتا ہے اور

کفیل (ضامن) بھی۔

• Vá^33ß3Â kǘ333Ò†333 دو یا زیادہ آدمی آپس میں شرکت کا معاہدہ کریں اور سرمایہ، تصرفات اور نفع ونقصان سب میں کم وبیش ہوں، برابر سرابر نہ ہوں، مثلاً زید، عمرو، بکر نے شرکت کی زید کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور عمرو کا دو لاکھ اور بکر کا تین لاکھ، اور نفع بھی اسی تناسب سے طے ہوا کہ بکر کو آدھا نفع ملے گا اور عمرو کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور زید کو نفع کا چھٹا حصہ ملے گا۔

• VÄ3ñ'ß' kǘÒ† • ˆmØfl˙i kǘÒ† • دو یا زیادہ آدمی کسی عمل کی بنیاد پر آپس میں شرکت کر لیں...... مثلاً دو درزی یا دو رنگریز آپس میں شریک بن کر لوگوں سے کام لیں اور نفع آپس میں حسبِ معاہدہ تقسیم کر لیں، اس کو ''شرکتِ ابدان'' بھی کہتے ہیں۔

• Våçqæ kǘÒ†3 شخصی وجاہت کی بنیاد پر شریک بن کر کاروبار کرنا...... جیسے دو آدمی جنہیں سب لوگ جانتے پہچانتے ہوں شریک بن کر جان پہچان کی بنیاد پر مارکیٹ سے ادھار مال خرید کر اس کو بیچیں اور نفع نقصان ضمان کے حساب سے ہو۔

﴿عقد شرکت کے اصول وضوابط﴾

آج کل جو شرکتیں رائج ہیں ان کو اصطلاح میں ''شرکت عنان'' کہتے ہیں، اس لیے ذیل میں صرف شرکت عنان کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

شرکت نامہ (شرکت فارم) پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیش نظر رہیں تا کہ شرکت شرعی بنیادوں پر ہو سکے۔

(۱) اس شرکت میں شرکاء باہمی رضامندی سے جس قدر چاہیں سرمایہ لگا سکتے ہیں۔ جائز ہے۔

(۳) شریک عمیل یا اکثر عمل کرنے والے کے لیے اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے، غیر عمیل کے لیے یا تمام شرکاء کے لیے عمل مشروط ہونے کی صورت میں کم عمل کرنے والے شریک کے لیے اُس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز نہیں، البتہ بعض شرکاء عامل ہوں اور بعض غیر عامل اور عاملین میں سے بعض کا عمل کم ہو، بعض کا زیادہ تو اس صورت میں کم عمل کرنے والے شرکاء کے لیے بھی سرمایہ کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر کسی شریک کے لیے عمل مشروط ہوا اور کسی وجہ سے عمل کی نوبت نہ آسکی تو بھی وہ عمیل ہی شمار ہوگا اور اس کو طے شدہ نسبت کے مطابق نفع ملے گا۔

(۵) صحت شرکت کے لیے ضروری ہے کہ شرکاء کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۶) عمیل (کام کرنے والا شریک) کاروبار میں دوسرے شرکاء کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا دوسرے شرکاء کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو ضامن ہوگا۔

(۷) شرکاء کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی متعین اجرت اور تنخواہ لینا جائز نہیں، البتہ عمیل کے لیے نفع کا تناسب اس کے سرمایہ سے زیادہ رکھنا جائز ہے، نیز جو عمیل دیگر کام کرنے والے شرکاء کی بنسبت زیادہ یا اچھا کام کرتا ہے وہ دوسرے کام کرنے والے شرکاء سے بھی زیادہ نفع رکھ سکتا ہے۔

(۸) اگر عمیل کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سے یہ

صورتیں پیش آجائیں تو وہ ضامن ہوگا۔

(۹) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے سے پہلے عمیل کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے، اگر عمیل نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب عمیل ہی سے ہوگا، دوسرے شرکاء کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان عمیل کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا، البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع اس کے لیے حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں عمیل پر لازم ہے کہ ان منافع کو تمام شرکاء کے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کر کے اصل سرمایہ کے ساتھ ان کے حوالے کرے نہ کہ طے شدہ نفع کی نسبت سے۔

اگر عمیل نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا (بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے یا اپنے پاس ویسے ہی رکھے رہا) جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ دوسرے شرکاء کو ہر ماہ نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا تو ان شرکاء کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو عمیل کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر عمیل کی خیانت کا ان کو علم نہیں تو معذور ہیں۔

(۱۰) شرکت عنان میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو یہ شرکت جائز نہیں، مثلاً دو شریک ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کی طرف سے سرمایہ کی جگہ دکان کی منفعت ہے تو یہ جائز نہیں۔

(۱۱) عقدِ شرکت کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ عقد کے وقت یا کم از کم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں موجود ہو، دیون اور قرضوں یعنی لوگوں پر ادھار کی صورت میں نہ ہو۔ اگر سرمایہ حاضر و موجود نہ ہوگا تو شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہ ہوگی۔

(۱۲) چلتے ہوئے مشترک کاروبار میں اگر کوئی نیا شخص کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم شرکاء میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقت عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۳) اگر عمیل کو دوسرے شرکاء نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں عمیل ہی کا ہوگا۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ''شرکت وجوہ'' کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوں گے، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقد شرکت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع ونقصان کا اصل عقد شرکت کے نفع ونقصان کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں۔

مثلاً دو شریکوں نے پانچ پانچ لاکھ کا سرمایہ جمع کر کے عقد شرکت کیا اور شرح نفع غیر عمیل کے لیے تیس فیصد اور عمیل کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور غیر عمیل نے عمیل کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور عمیل اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے،

اور نقصان کی صورت میں اصل عقد شرکت کا نقصان تو شرکاء پر سرمایہ کے تناسب سے ہوگا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے آئے گا، اسی طرح اگر غیر عمیل نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع و نقصان دونوں صرف اسی کے ہوں گے۔ اگر انہوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل کاروبار کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان سرمایہ کے تناسب سے، جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: شرکت عنان اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان کا ٹھیک تعین ہو سکے۔

(۱۳) غیر عمیل کی صریح اجازت کے بغیر عمیل نہ مالِ شرکت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مشترک کاروبار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر غیر عمیل کے حوالہ کر دیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب غیر عمیل کے ذمہ ہوگا ورنہ سب عمیل کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر غیر عمیل نے قبضہ کے بعد عمیل کو بطور شرکت واپس دیا تو اس پر شرکت کے احکام اصول (نمبر ۱۱) کے مطابق جاری ہوں گے۔

وضاحت: اس عقد میں کام نہ کرنے والے شریک کو غیر عمیل اور کام کرنے والے شریک کو عمیل کہا جائے گا۔

﴿شرکت نامہ (شرکت فارم)﴾

نوٹ : شرکت نامہ پر کرنے سے پہلے ماقبل میں ''عقدِ شرکت کے اصول وضوابط'' ضرور ملاحظہ کر لیے جائیں۔

(۱) آج مورخہ .... کو فریق اول مسمی .... ولد .... شناختی کارڈ نمبر .... ساکن .... اور فریق ثانی مسمی .... ولد .... شناختی کارڈ نمبر .... ساکن .... نے ..... ماہ/سال کے لیے باہم عقد شرکت کیا۔

شریک عمیل کا سرمایہ مبلغ .... ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ .... ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) جس میں فریق اول کا سرمایہ مبلغ .... جو کہ کل سرمایۂ شرکت کا .... فیصد ہے۔

(۳) فریق اول کام نہیں کرے گا/کرے گا۔

(۴) فریق اول کو اپنے سرمایہ کے نفع میں سے .... فیصد ملے گا۔

(۵) نفع سے زائد نقصان ہر فریق پر اس کے سرمایہ کے تناسب سے ہوگا۔

(٦) مذکورہ بالا مدت سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقدِ شرکت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ ہر فریق شق نمبر ۱۱ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے، خواہ کسی شریک کو فروخت کرے یا کسی تیسرے فریق کو۔

(۷) ہر ماہ فریق اول مبلغ ...... اور فریق ثانی مبلغ ...... اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے تخمینی نفع کے عنوان سے وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(۸) فریقِ غیر عمیل فریق عمیل کو یہ سرمایہ ''شرکت مطلقہ''/''.......... کاروبار'' کے

لیے دے رہا ہے۔

(۹) عمیل غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو خود اسی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو سرمایہ سپرد کر کے سرمایہ کی حد تک/ سرمایہ سے زیادہ مبلغ .... تک کاروبار کا اختیار دیتا ہے، نیز فریق عمیل کو کاروبار میں مبلغ .... تک قرض لینے اور مبلغ .... تک قرض دینے کی اور .... مالیت تک ادھار پر خریدنے اور .... مالیت تک ادھار فروخت کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، اور فریق عمیل کو کاروباری اغراض کے لیے تاجروں کے عرف کے مطابق ہدایا اور انعامات دینے کی بھی اجازت دیتا ہے، نیز اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) مدت شرکت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد شرکت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل شرکت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق غیر عمیل کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) شرکت ختم کرنے والا فریق کسی بھی شریک کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) شرکت ختم کرنے والا اپنا حصہ باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کر دے، اس صورت میں وہ شخص شرکت ختم کرنے والے کی جگہ آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط و تفصیلات ہوں گی جو اس وقت شرکت ختم کرنے والے فریق کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر یہ شرکت صرف دو افراد کے مابین ہے یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ہے اور تمام شرکاء عقد ختم کرنے پر متفق ہیں تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید یہ صورت بھی ممکن ہے:

(☆) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض و سامان کو بیچ کر اس کو

نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کر لے پھر اپنا اپنا سرمایہ اور طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کرلیں۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق عمیل پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ شرکت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمدورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ گیا تو زائد مقدار فریق عمیل کے ذمہ ہوگی۔

(۱۲) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتیٰ کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ و نابالغ اولاد سے اور ہر شریک سے بھی خرید وفروخت کرے۔

(۱۳) اصول شرکت کے مطابق شرکت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ شرکت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً فریق عمیل کے علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) اس کے اپنے ذمہ ہونگے۔

(۱۴) فریقین میں سے کسی کے فوت ہو جانے کی صورت میں بھی یہ عقد شرکت ختم ہو جائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام شرکت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اور ان کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر ۱۵ میں آرہا ہے۔

(۱۵) کسی بھی فریق کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے دوسرے فریق کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔ البتہ فوت شدہ فریق کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست دوسرے فریق کے ساتھ شرکت پر مال لگانا چاہیں تو نئے شرکت نامہ کے ذریعہ ذکر کردہ اصول کے مطابق لگا سکیں گے۔

عقد شرکت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق عمیل/ غیر عمیل　　　　فریق عمیل/ غیر عمیل

نام..........ولد..................　　　　نام..........ولد..................

دستخط..............................　　　　دستخط..............................

فریق عمیل/ غیر عمیل کا نامزد کنندہ　　　　فریق عمیل/ غیر عمیل کا نامزد کنندہ

نام..........ولد..................　　　　نام..........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر..................　　　　شناختی کارڈ نمبر..............................

فریق عمیل/ غیر عمیل سے رشتہ..................

فریق عمیل/ غیر عمیل سے رشتہ..................

دستخط..............................　　　　دستخط..............................

گواہ نمبر ۱　　　　گواہ نمبر ۲

نام..........ولد..................　　　　نام..........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر..............................

شناختی کارڈ نمبر..........................

دستخط..............................　　　　دستخط..............................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ..........................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر

..............ساکن..............اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ شرکت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے شریک عمیل/ غیر عمیل کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/ کروں گا /کرتی ہوں /کروں گی، اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/کروں گا/گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی، شریک عمیل/ غیر عمیل اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ.................. فون نمبر..........................

گواہ نمبر۱ .... گواہ نمبر۲ ....

نام...........ولد.................. نام...........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر...................... شناختی کارڈ نمبر..........................

دستخط........................ دستخط............................

–ýl ¡n’ Ëio0ke…^–Ú,ÏÂý ™

عقدِ مضاربت دو شخصوں کے درمیان ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک جانب سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ہو اور پھر حاصل ہونے والا نفع دونوں کے مابین حسبِ معاہدہ تقسیم کیا جاتا ہو۔

اگر دونوں جانب سے مال (سرمایہ) ہو تو پھر یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا، بلکہ عقدِ شرکت ہوگا۔ اسی طرح اگر حاصل ہونے والا نفع پورا کا پورا صاحبِ سرمایہ (رب المال) کے لئے مشروط کر دیا گیا ہو تو پھر بھی یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر پورا نفع صاحبِ محنت (مضارب) کے لیے مشروط کر دیا گیا ہو تو یہ قرض ہوگا اور عقدِ مضاربت نہیں ہوگا۔

عقدِ مضاربہ کے بنیادی اصول

مضاربہ فارم پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیشِ نظر رہیں تا کہ مضاربہ شرعی بنیادوں پر ہو سکے۔

(۱) مضاربت میں ایک فریق مال لگاتا ہے، دوسرا عمل کرتا ہے، مال دینے والے کو رب المال اور عمل کرنے والے کو مضارب کہا جاتا ہے۔

(۲) صحتِ مضاربت کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۳) مضارب کاروبار میں مال خرچ کرنے کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا رب المال (مؤکل) کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

مضاربتِ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ نفع ونقصان سارا کا سارا رب المال کا ہوگا اور مضارب کو اجر مثل ملے گا، بشرطیکہ وہ اجر مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ نہ ہو، اگر اجرِ مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ بن رہا ہو تو نفع ہی ملے گا نہ کہ اجر مثل، اور نقصان کی صورت میں صرف اجرِ مثل ملے گا۔

(۴) مضارب کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی اجرت لینا جائز نہیں۔

(۵) کام صرف مضارب کرے گا، رب المال کے لیے اس کے ساتھ مل کام کرنے کی شرط لگانا جائز نہیں، البتہ تبرعاً اور مفت مضارب کی اجازت سے کام کر سکتا ہے۔

(۶) اگر مضارب کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو مضارب اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سے یہ صورتیں پیش آ جائیں تو مضارب ضامن ہوگا۔

(۷) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے سے پہلے مضارب کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے اگر مضارب نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب مضارب ہی سے ہوگا، رب المال کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان مضارب کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں مضارب پر لازم ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ ان تمام منافع کو بھی رب المال کے حوالے کر دے۔

اگر مضارب نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ رب المال کو ہر ماہ نفع کے نام سے

کچھ دیتا رہا تو رب المال کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر مضارب کی خیانت کا اسے علم نہیں تو معذور ہے۔

(۸) مضاربت میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو مضاربت جائز نہیں، مثلاً دو رب المال ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کا سرمایہ دکان کی منفعت ہے ان دونوں نے کسی تیسرے کو مضاربت پر دونوں چیزیں دے دیں تو یہ جائز نہیں۔

(۹) اگر مضارب متعدد افراد سے مضاربت پر سرمایہ وصول کرتا ہے تو اس صورت میں تمام ارباب الاموال کے درمیان شرکت عنان کا معاملہ وجود میں آجاتا ہے لہٰذا ایسا کاروبار شروع ہونے کے بعد اگر کوئی نیا رب المال کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم ارباب الاموال میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقتِ عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر مضارب کو رب المال نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں مضارب ہی کے ہوں گے۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ’’شرکتِ وجوہ‘‘ کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو زائد کاروبار کا نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوگا، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی

برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقدِ مضاربت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع کا اصل عقد مضاربت کے نفع کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس زائد کاروبار میں اگر نقصان ہوا تو نقصان مضارب پر بھی ضمان کی بقدر آئے گا۔

مثلاً رب المال نے مضارب کو دس لاکھ کا سرمایہ دے کر عقد مضاربت کیا اور شرح نفع رب المال کے لیے تیس فیصد اور مضارب کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور رب المال نے مضارب کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور مضارب اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے، اور نقصان کی صورت میں اصل عقد مضاربت کا نقصان تو فقط رب المال کے ذمے آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے رب المال اور مضارب دونوں پر آئے گا، اسی طرح اگر رب المال نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع و نقصان دونوں صرف اسی کے ذمہ ہوگا۔ اگر انہوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل عقدِ مضاربت کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان فقط رب المال پر آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: عقد مضاربت اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان کا ٹھیک ٹھیک تعین ہو سکے۔

(۱۱) رب المال کی صریح اجازت کے بغیر مضارب نہ مالِ مضاربت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مضاربت کے کاوربار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت

سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے، اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر رب المال کے حوالہ کر دیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب رب المال کے ذمہ ہوگا ورنہ مضارب کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر رب المال نے قبضہ کے بعد مضارب کو بطور مضاربت واپس دیا تو اس پر مضاربت کے احکام اصول (نمبر۹) کے مطابق جاری ہوں گے۔

(وضاحت) : اس عقد میں رب المال کو فریق اول جبکہ مضارب کو فریق ثانی کہا جائے گا۔

﴿مضاربت نامہ (مضاربت فارم)﴾

نوٹ : شرکت نامہ پر کرنے سے پہلے ماقبل میں ''عقدِ شرکت کے اصول وضوابط'' ضرور ملاحظہ کر لیے جائیں۔

(۱) آج مورخہ ....کو فریق اول مسمی .... ولد .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن..........نے فریق ثانی مسمی ....ولد..........شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....کو مبلغ .... پاکستانی روپے بطور مضاربت دیے۔

فریق ثانی (اگر شریک بھی ہے تو اس) کا سرمایہ مبلغ...... ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ ......ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) نفع میں سے..........فیصد رب المال کا اور..........فیصد مضارب کا ہوگا۔

(۳) نقصان کو اولاً نفع سے پورا کیا جائے گا، نفع نہ ہونے یا نقصان سے کم ہونے کی

صورت میں اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، نیز شق نمبر ۱۰ کی تفصیلات کے مطابق فریق اول نے جس قدر ادھار خریداری کی اجازت دی ہے اس قدر سرمایہ سے زائد نقصان بھی فریق اول کے ذمہ ہوگا۔

(۴) ....سال سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقد مضاربت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۵) مدت مضاربت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد مضاربت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل مضاربت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق اول کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) فریق اول فریق ثانی کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) فریق اول اپنے اثاثے باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کردے، اس صورت میں وہ شخص فریق اول کی جگہ رب المال کی حیثیت میں آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط وتفصیلات ہوں گی جو اس وقت فریق اول مذکور کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر ارباب الاموال کئی ہیں تو فریق اول اپنے اثاثے کسی دوسرے رب المال کو فروخت کرے۔

(د) اگر رب المال ایک ہے تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید دو صورتیں ممکن ہیں :

(۱) فریق اول فریق ثانی کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض وسامان کو بیچ کر اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کرلے پھر طے شدہ شرح سے اپنا نفع لے کر سرمایہ مع نفع فریق اول کے حوالے کردے۔

(۲) سامان کی بازاری قیمت لگا کر جتنا نفع بنتا ہے مضارب کو طے شدہ نسبت سے نفع دے کر کاروبار اور سامان رب المال خود لے لے۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق ثانی (مضارب) پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ مضاربت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمد و رفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ گیا تو زائد مقدار فریق ثانی کے ذمہ ہوگی۔

(۶) چونکہ فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ایسے کاروبار میں لگانے کے لیے دے رہا ہے جس میں اس کے علاوہ اور بھی متعدد افراد فریق ثانی کو مال دیتے ہیں اس لیے مذکورہ فریق اول کے ساتھ عقد مضاربت ختم ہونے کی وجہ سے اُن ارباب الاموال کا فریق ثانی کے ساتھ عقد مضاربت ختم نہ ہوگا جو اپنے عقود مضاربت ختم نہیں کرنا چاہتے، بلکہ اُن کا معاملہ چلتا رہے گا۔

(۷) متعدد ارباب الاموال کی صورت میں فریق ثانی کو اختیار ہے کہ وہ ہر شریک کے لیے شرح نفع مختلف مقرر کرے۔

(۸) فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ''مضاربہ مطلقہ'' / ''مضاربہ مقیدہ'' کی بنیاد پر دے رہا ہے۔

(۹) فریق ثانی غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو فریق اول پر لازم نہ ہوگی بلکہ خود فریق ثانی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق اول مال مکمل طور پر فریق ثانی کے سپرد کر کے اس کو تصرف کا پورا اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی چاہے اس سے نقد کاروبار کرے یا ادھار، نیز فریق اول فریق ثانی کو کاروبار میں مبلغ.........تک قرض لینے اور مبلغ.........تک قرض دینے کی اور.........مالیت تک

ادھار پر خرید و فروخت کی بھی اجازت دیتا ہے، اور اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) فریق اول فریق ثانی کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتی کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ و نابالغ اولاد سے بھی خرید و فروخت کرے۔

(۱۲) اصول مضاربت کے مطابق مضاربت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ مضاربت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) فریق ثانی کے ذمہ ہونگے۔

(۱۳) ہر ماہ فریق اول مبلغ............اور فریق ثانی مبلغ............اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے نفع کے عنوان سے تخمیناً وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(۱۴) فریقین میں سے کسی کے انتقال ہونے کی صورت میں بھی یہ عقد مضاربت ختم ہو جائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام مضاربت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اور ان کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر ۱۵، ۱۶ میں آ رہا ہے۔

(۱۵) فریق اول کا نامزد کنندہ شق نمبر ۵ کے مطابق ذکر کردہ صورتوں کے تحت فریق اول کے اثاثوں کا تصفیہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ البتہ فریق اول کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست فریق ثانی کے ساتھ مضاربت پر مال لگانا چاہیں تو نئے مضاربت نامہ کے ذریعہ لگا سکیں گے۔

(۱۶) فریق ثانی کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے فریق اول کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔

عقد مضاربت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق اول (رب المال)

نام...........ولد...................

دستخط...............................

فریق اول کا نامزد کنندہ

نام...........ولد...................

شناختی کارڈ نمبر......................

فریق اول سے رشتہ........................

دستخط...............................

فریق ثانی (مضارب)

نام...........ولد...................

دستخط...............................

فریق ثانی کا نامزد کنندہ

نام...........ولد...................

شناختی کارڈ نمبر......................

فریق ثانی سے رشتہ........................

دستخط...............................

گواہ نمبر ۱

نام...........ولد...................

شناختی کارڈ نمبر......................

دستخط...............................

گواہ نمبر ۲

نام...........ولد...................

شناختی کارڈ نمبر......................

دستخط...............................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ.........................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ مضاربت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/ غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے مضارب کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/کروں گا/کرتی ہوں/کروں گی، اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/ کروں گا/ گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی مضارب اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ.......................... فون نمبر..........................

گواہ نمبرا .... گواہ نمبرا ....

نام............ولد.................. نام............ولد..................

شناختی کارڈ نمبر.......................... شناختی کارڈ نمبر..........................

دستخط.................. دستخط..........................

﴿شرکت اور مضاربہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات﴾

فائدہ: جاننا چاہئے کہ نفع اور کمائی کے استحقاق کے لئے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) **مال:** جیسا کہ عقدِ مضاربہ کے اندر رب المال کا نفع میں استحقاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کے مال کی کمائی ہے اگرچہ اس نے خود کوئی عمل نہیں کیا۔

(۲) **عمل:** جیسا کہ مضاربت میں مضارب نفع کا صرف اس وجہ سے مستحق ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے عمل پایا جاتا ہے اگرچہ مال کسی اور کا ہے۔

(۳) **ضمان:** جیسا کہ درزی نے کسی سے دوسو روپے کی اجرت پر ایک کپڑا سینے کے لئے لے لیا لیکن اس نے وہ کپڑا خود نہیں سیا، بلکہ دوسرے درزی سے ایک سو اسی روپے کے بدلے سلوایا، مذکورہ صورت میں بیس روپے کا نفع صرف اس وجہ سے اس کو ملا کہ یہ اس کپڑے کا ضامن ہے، کیونکہ یہاں نہ اس کی طرف سے کوئی مال ہے اور نہ کوئی عمل۔

مذکورہ بالا تینوں چیزوں میں کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو کوئی نفع کا مستحق نہیں ہوگا۔

تنبیہ: اسلامی نامی بینکوں میں اس اصول کے خلاف ''یومیہ پیداوار کی بنیاد پر منافع کی تقسیم'' کی بعض صورتوں میں بعض کو نفع کا مستحق بنایا جاتا ہے حالانکہ وہ نفع کے مستحق نہیں ہوتے۔

قال الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ الأَصلُ أَنَّ الرِّبحَ إِنَّمَا یُستَحَقُّ عِندَنَا إِمَّا بِالمَالِ وَإِمَّا بِالعَمَلِ وَإِمَّا بِالضَّمَانِ أَمَّا ثُبُوتُ الِاستِحقَاقِ بِالمَالِ فَظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّ الرِّبحَ نَمَاءُ رَأسِ المَالِ فَیَکُونُ لِمَالِکِهِ وَلِهَذَا استَحَقَّ رَبُّ المَالِ الرِّبحَ فِی المُضَارَبَةِ وَأَمَّا بِالعَمَلِ فَإِنَّ المُضَارِبَ یَستَحِقُّ الرِّبحَ بِعَمَلِهِ فَکَذَا الشَّرِیکُ ۔وَأَمَّا بِالضَّمَانِ فَإِنَّ المَالَ إِذَا صَارَ مَضمُونًا عَلَی المُضَارِبِ یَستَحِقُّ جَمِیعَ الرِّبحِ وَیَکُونُ ذَلِکَ بِمُقَابَلَةِ

الضَّمَانِ خَرَاجًا بِضَمَانٍ بِقَولِ النَّبِیِّ عَلَیهِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ فَإِذَا کَانَ ضَمَانُہُ عَلَیہِ کَانَ خَرَاجُہُ لَہٗ وَالدَّلِیلُ عَلَیہِ أَنَّ صَانِعًا تَقَبَّلَ عَمَلًا بِأَجرٍ ثُمَّ لَم یَعمَل بِنَفسِہٖ وَلٰکِن قَبِلَہٗ لِغَیرِہٖ بِأَقَلَّ مِن ذٰلِکَ طَابَ لَہُ الفَضلُ وَلَا سَبَبَ لِاستِحقَاقِ الفَضلِ إِلَّا الضَّمَانَ فَثَبَتَ أَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنہُمَا سَبَبٌ صَالِحٌ لِاستِحقَاقِ الرِّبحِ فَإِن لَم یُوجَد شَیءٌ مِن ذٰلِکَ لَا یَستَحِقُّ بِدَلِیلِ أَنَّ مَن قَالَ لِغَیرِہٖ : تَصَرَّف فِی مِلکِکَ عَلٰی أَنَّ لِی بَعضَ رِبحِہٖ ؛ لَم یَجُز وَلَا یَستَحِقُّ شَیئًا مِنَ الرِّبحِ لِأَنَّہٗ لَا مَالَ وَلَا عَمَلَ وَلَا ضَمَانَ .

(بدائع الصنائع ٥/٨٢،٨٣)

V M †³fÛ³Þ Ù]ç³³‰ دو آدمیوں نے شرکت کی دونوں کا سرمایہ برابر ہے اور عقد کے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں عمل برابر کرینگے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ نفع کا ایک تہائی ایک کو ملے گا اور دو تہائی دوسرے کو۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے۔[1]

V N †fÛÞ Ù]ç‰ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے جبکہ دوسرے کا دو لاکھ، اور نفع کی تقسیم اس طرح طے ہوئی کہ جتنا نفع ہوگا، وہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور عقد کرتے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں برابر عمل کرینگے لیکن عقد کے بعد ان میں سے ایک نے کسی وجہ سے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ پورا کام دوسرے نے اکیلے ہی کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا جس نے عمل نہیں کیا اس کو اسی تناسب سے نفع دیا جائیگا جس طرح عقد کے وقت طے ہو چکا ہے یا عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس تناسب سے کم ملے گا؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح شروع میں طے ہو چکی ہے اسی کے مطابق ہر

---

١ : سوال نمبر ۴ کی عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

ایک کو نفع دیا جائیگا۔[۱]

V O †3fÛ3Þ Ù]ç3‰ زیداور عمرو نے آپس میں شرکت کی، زید کا سرمایہ ایک ہزار ہے جبکہ عمرو کا سرمایہ دو ہزار ہے، اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے دونوں کے درمیان نصف/نصف تقسیم ہوگا۔ اور عقد کے اندر یہ شرط لگائی کہ عمل دونوں برابر کریں گے اور دونوں

---

۱ : قال شیخ الاسلام السرخسی رحمه الله تعالیٰ: وَالشَّرِيكَانِ فِي الْعَمَلِ إِذَا غَابَ أَحَدُهُمَا أَوْ مَرِضَ أَوْ لَمْ يَعْمَلْ وَعَمِلَ الْآخَرُ: فَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا اشْتَرَطَا ؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَنَا أَعْمَلُ فِي السُّوقِ وَلِي شَرِيكٌ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّكَ بَرَكَتُكَ مِنْهُ ـ وَالْمَعْنَى أَنَّ اسْتِحْقَاقَ الْأَجْرِ بِتَقَبُّلِ الْعَمَلِ دُونَ مُبَاشَرَتِهِ وَالتَّقَبُّلُ كَانَ مِنْهُمَا وَإِنْ بَاشَرَ الْعَمَلَ أَحَدُهُمَا ـ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُضَارِبَ إِذَا اسْتَعَانَ بِرَبِّ الْمَالِ فِي بَعْضِ الْعَمَلِ كَانَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى الشَّرْطِ ـ أَوَلَا تَرَى أَنَّ الشَّرِيكَيْنِ فِي الْعَمَلِ يَسْتَوِيَانِ فِي الرِّبْحِ وَهُمَا لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَعْمَلَا عَلَى وَجْهٍ يَكُونَانِ فِيهِ سَوَاءً وَرُبَّمَا يُشْتَرَطُ لِأَحَدِهِمَا زِيَادَةُ رِبْحٍ لِحَذَاقَتِهِ وَإِنْ كَانَ الْآخَرُ أَكْثَرَ عَمَلًا مِنْهُ فَكَذَلِكَ يَكُونُ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى الشَّرْطِ مَا بَقِيَ الْعَقْدُ بَيْنَهُمَا وَإِنْ كَانَ الْمُبَاشِرُ لِلْعَمَلِ أَحَدُهُمَا وَيَسْتَوِي إِنْ امْتَنَعَ الْآخَرُ مِنْ الْعَمَلِ بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ لَا يَرْتَفِعُ بِمُجَرَّدِ امْتِنَاعِهِ مِنْ الْعَمَلِ وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ بِالشَّرْطِ فِي الْعَقْدِ ـ (المبسوط ۱۱/۱۷۱)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: وَأَمَّا عِنْدَنَا فَالرِّبْحُ تَارَةً يُسْتَحَقُّ بِالْمَالِ وَتَارَةً بِالْعَمَلِ وَتَارَةً بِالضَّمَانِ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَسَوَاءٌ عَمِلَا جَمِيعًا أَوْ عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ آخَرَ فَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا يَكُونُ عَلَى الشَّرْطِ ؛ لِأَنَّ اسْتِحْقَاقَ الرِّبْحِ فِي الشَّرِكَةِ بِالْأَعْمَالِ بِشَرْطِ الْعَمَلِ لَا بِوُجُودِ الْعَمَلِ بِدَلِيلِ أَنَّ الْمُضَارِبَ إِذَا اسْتَعَانَ بِرَبِّ الْمَالِ اسْتَحَقَّ الرِّبْحَ وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ الْعَمَلُ ؛ لِوُجُودِ شَرْطِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ ـ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: وَإِنْ عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الْآخَرِ بِأَنْ مَرِضَ أَوْ سَافَرَ أَوْ بَطَلَ فَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَ فِي هَذِهِ الشَّرِكَةِ إِنَّمَا يُسْتَحَقُّ بِضَمَانِ الْعَمَلِ لَا بِالْعَمَلِ لِأَنَّ الْعَمَلَ قَدْ يَكُونُ مِنْهُ وَقَدْ يَكُونُ مِنْ غَيْرِهِ كَالْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ إِذَا اسْتَعَانَ بِرَجُلٍ عَلَى الْقِصَارَةِ وَالْخِيَاطَةِ أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْ ؛ لِوُجُودِ ضَمَانِ الْعَمَلِ مِنْهُ وَهَهُنَا شَرْطُ الْعَمَلِ عَلَيْهِمَا فَإِذَا عَمِلَ أَحَدُهُمَا يَصِيرُ الشَّرِيكُ الْقَابِلُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فِي النِّصْفِ وَلِشَرِيكِهِ فِي النِّصْفِ الْآخَرِ وَيَجُوزُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ فِي الْكَسْبِ ـ (بدائع الصنائع ۵/۱۰۳)

نے عمل بھی کیا۔ کیا اس طرح شرکت شریعت کی رو سے درست ہے؟

جواب: جی ہاں! بالکل درست اور جائز ہے۔ [۱]

V P †³fÛ³Þ Ù]ç³%‰ زید اور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ برابر ہے، یعنی ایک ایک لاکھ ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ زید کو ایک تہائی ملے گا اور خالد کو دو تہائی ملے گا، اور یہ بھی شرط لگائی گئی کہ عمل صرف خالد ہی کرے گا، کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔ [۲]

V Q †³fÛ³Þ Ù]ç³³%‰ تمام شرکاء کا سرمایہ برابر ہو اور عقد کے اندر عمل سب پر برابر اور مساوی شرط کیا گیا ہو اور نفع سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جاتا ہو؟

---

۱ : قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : وَإِن کَانَ المَالَان مُتَفَاضِلَین وَشَرَطَا التَّسَاوِیَ فِی الرِّبحِ فَهُوَ عَلَی هَذَا الخِلَافِ أَنَّ ذَلِکَ جَائِزٌ عِندَ أَصحَابِنَا الثَّلَاثَةِ إِذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَیهِمَا وَکَانَ زِیَادَةُ الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا عَلَی قَدرِ رَأسِ مَالِهِ بِعَمَلِهِ وَأَنَّهُ جَائِزٌ وَعَلَی قَولِ زُفَرَ لَا یَجُوزُ وَلَا بُدَّ أَن یَکُونَ قَدرُ الرِّبحِ عَلَی قَدرِ رَأسِ المَالَینِ۔ (بدائع الصنائع ۸۳/۵)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی : اذا جاء أحدهما بألف درهم والأخر بألفین واشترکا علی أن الربح بینهما نصفان والعمل علیهما فهو جائز ویصیر صاحب الألف فی معنی الالف فی معنی المضارب الا أن معنی المضاربة تبع لمعنی الشرکة والعبرة للأصل دون التبع فلا یضرهما اشتراط العمل علیهما الخ۔ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲۹۲/۵) کذا فی المبسوط (۱۷۲/۱۱)

۲ : قال العلامة محمد بن محمود البابرتی رحمه الله تعالیٰ : وَیَصِحُّ أَن یَتَسَاوَیَا فِی المَالِ وَیَتَفَاضَلَا فِی الرِّبحِ۔ وَجُملَةُ القَولِ فِی ذَلِکَ أَنَّهُمَا إِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَیهِمَا وَشَرَطَا التَّفَاوُتَ فِی الرِّبحِ مَعَ التَّسَاوِی فِی رَأسِ المَالِ جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَیَکُونُ الرِّبحُ بَینَهُمَا عَلَی مَا شُرِطَ وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ۔ وَأَمَّا إِذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَی أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَا الرِّبحَ بَینَهُمَا عَلَی قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا جَازَ وَیَکُونُ مَالُ الَّذِی لَا عَمَلَ عَلَیهِ بِضَاعَةً عِندَ العَامِلِ لَهُ رِبحُهُ وَعَلَیهِ وَضِیعَتُهُ۔

(العنایة علی هامش فتح القدیر ۳۹۷/۵)

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی : وَإِن کَانَ المَالَان مُتَسَاوِیَینِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضلًا عَلَی رِبحٍ یُنظَرُ إِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَیهِمَا جَمِیعًا جَازَ .... وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَی أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَاهُ عَلَی الَّذِی شَرَطَا لَهُ فَضلَ الرِّبحِ ؛ جَازَ وَالرِّبحُ بَینَهُمَا عَلَی الشَّرطِ فَیَستَحِقُّ رِبحَ رَأسِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالفَضلَ بِعَمَلِهِ۔ (بدائع الصنائع ۸۳/۵)

جواب: یہ صورت جائز ہے، اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ [۱]

V R †fÛþ Ù]ç‰ چند شرکاء نے شرکت کی اور سب کے سرمایہ کی مقدار مختلف ہے مثلاً کسی کا ۲۵ فیصد ہے، کسی کا ۵۰ فیصد ہے، کسی کا ۱۰ فیصد وغیرہ اور عقد کے وقت کام کرنا سب پر برابر شرط کیا گیا ہو اور نفع کی تقسیم بھی سرمایہ کے تناسب سے طے کی گئی ہو؟

جواب: یہ صورت بھی بلاشبہہ جائز اور صحیح ہے۔ [۲]

V S †33fÛ3þ Ù]ç33‰ خالد اور بکر نے شرکت کی، خالد کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور بکر کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے وہ دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور عقد کے اندر یہ طے ہوا کہ جس کا سرمایہ زیادہ ہے یعنی ”بکر“ عمل وہی کرے گا، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ دونوں اس ناجائز معاملے سے توبہ استغفار کر کے نفع رأس المال کے تناسب سے تقسیم کریں یعنی ایک تہائی خالد جس کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دو تہائی بکر جس کا سرمایہ دو لاکھ ہے، لے لیں۔ [۳]

۱، ۲: قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی: إِذَا عُرِفَ هَذَا فَنَقُولُ: إِذَا شَرَطَا الرِّبحَ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا أَو مُتَفَاضِلًا فَلَا شَكَّ أَنَّهُ يَجُوزُ وَيَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ سَوَاءٌ شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا أَو عَلَى أَحَدِهِمَا وَالوَضِيعَةُ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا؛ لِأَنَّ الوَضِيعَةَ اسمٌ لِجُزءٍ هَالِكٍ مِنَ المَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدرِ المَالِ. (بدائع الصنائع ۸۳/۵)

۳: قال الامام السرخسی رحمه الله تعالیٰ: وان اشترطا العمل علی صاحب الألفین لم تجز الشرکة لأن العامل شرط لصاحبه جزأ من ربح ماله من غیر أن یکون له فیه رأس مال أو عمل وذلک باطل فان استحقاق الربح باعتبار العمل والمال أو العمل أو الضمان ولم یوجد شئ من ذلک لصاحب الألف فی مال صاحب الألفین فکان اشتراطه جزأ من الربح له باطلا والربح بینهما علی قدر رؤوس أموالهما لأن العامل لم یطمع فی شئ من ربح مال صاحب الألفین حین لم یشترط شیئاً من ذلک لنفسه۔ (المبسوط للامام السرخسی ۱۷۲/۱۲)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی: ولو شرطا الربح للدافع اکثر من رأس ماله لا یصح الشرط ویکون مال الدافع عند العامل بضاعة لکل واحد منهما ربح ماله والوضیعة بینهما علی قدر رأس مالهما أبدا۔ (الشامیة ۴۷۹/۶)

V T †fÛÞ Ù]ç‰ دو آدمیوں نے شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دوسرے کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع نصف نصف طے ٹھہرا، اور عقد کرتے وقت یہ طے ہو گیا کہ عمل صرف وہ کرے گا جس کا سرمایہ کم ہے، یعنی ایک لاکھ ہے تو کیا اس طرح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کا متبادل اور جائز کیا ہو گا؟

جواب: اس صورت میں کوئی خرابی نہیں شرعاً بالکل جائز اور درست ہے۔ [1]

V U †fÛÞ Ù]ç‰ سرمایہ برابر ہو، البتہ بعض شرکاء زیادہ عمل کرتے ہیں اور بعض کم اور بعض بالکل کرتے ہی نہیں اور نفع کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ زیادہ عمل کرنے والے کو سرمایہ سے بہت زیادہ مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۴۰ فیصد دیا جاتا ہے اور تھوڑا کام کرنے والے کو سرمایہ سے معمولی زیادہ دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۳۰ فیصد اور جو عمل نہیں کرتا اس کو سرمایہ کے تناسب سے یا اس سے کم دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۲۵ فیصد یا ۲۰ فیصد ہے؟ اب مذکورہ صورت کے بارے میں بتائیے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے چاہے سرمایہ برابر ہو یا مختلف۔ [2]

---

۱ : قال الامام السرخسی رحمه الله تعالى : (وإن اشترطا الربح نصفين والوضيعة على رأس المال والعمل عليهما جاز ذلك) .... وكذلك إن اشترطا العمل على صاحب الألف۔ ووجه الجواز هنا أبين لأن صاحب الألفين دفع إليه ماله ليعمل فيه بسدس الربح فإن المشروط له نصف الربح ثلث الربح حصة رأس ماله وسدسه إلى تمام النصف يستحق من مال صاحبه بعمله فيه واشتراط العمل على المضارب يصحح المضاربة ولا يبطلها فإن قيل : إذا كان يعمل هو فى شيء شريك فكيف يستوجب عوض عمله على شريكه قلنا : استحقاق الربح بطريق الشركة لا بطريق الإجارة ولهذا لا يشترط فيه تسمية مقدار العمل ولا بيان المدة والعامل فيما هو شريك فيه لا يستوجب الأجر لأن استحقاق الأجر بنفس العمل فإذا العامل فيما هو شريك فيه يستحق الربح بالشرط فى عقد صحيح۔ (المبسوط للامام السرخسى ۱۷۲/۱۲)

۲ : قال العلامة المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :قوله (ويصح ان يتساويا فى المال ويتفاضلا فى الربح) وَقَولُهُ وَيَتَفَاضَلا إلخ لَيسَ عَلَى إطلَاقِهِ بَل ذَلِكَ فِيمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا سَوَاءٌ عَمِلَ أو عَمِلَ أَحَدُهُمَا أو شَرَطَاهُ عَلَى مَن شَرَطَ لَهُ زِيَادَةَ الرِّبحِ وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَا يَجُوزُ۔(فتح القدير ۳۹۷/۵) ....

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو...........

V ML †³fÛ³Þ Ù]ç³‰ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی دونوں کا سرمایہ آپس میں برابر ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ ایک کو ایک تہائی ملے گا اور دوسرے کو دو تہائی ملے گا، اور عمل صرف اس پر شرط کیا جس کو ایک تہائی ملتا ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔ اس صورت میں نفع دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔[۱]

V MM †fÛÞ Ù]ç³‰ شرکاء نے اسلامی اصولوں کے مطابق شرکت کی، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد ایک شریک نکلنا چاہتا ہے، اس کا طریقِ کار کیا ہوگا؟

جواب: پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی دو صورتیں ہیں۔

(ا) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو، اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو نفع میں سے اس کے لئے طے شدہ حصہ مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔ مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لئے ایک تہائی

.........بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ.........قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله و(مع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه).........وقوله "وعكسه" أى : بأن يتساوى المالان ويتفاضلا فى الربح لكن هذا مقيد بأن يشترطا الأكثر للعامل منهما أو لأكثرهما عملا أما لو شرطاه للقاعد أو لأ قلهما عملا لا يجوز الخ۔ (رد المحتار ٤٧٨/٦)

١: قال الملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالى :وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَسَاوِيَينِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضْلًا عَلَى رِبحٍ يُنظَرُ إِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا جَمِيعًا جَازَ ....وَإِن شَرَطَاهُ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَم يَجُز ؛ لِأَنَّ الَّذِى شَرَطَا لَهُ الزِّيَادَةَ لَيسَ لَهُ فِى الزِّيَادَةِ مَالٌ ـ وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ ؛ وَقَد بَيَّنَّا أَنَّ الرِّبحَ لَا يُستَحَقُّ إِلَّا بِأَحَدِ هَذِهِ الأَشيَاءِ الثَّلَاثَةِ ـ(بدائع الصنائع ٨٣/٥)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى :وَفِى النَّهرِ : اعلَم أَنَّهُمَا إِذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا إِن تَسَاوَيَا مَالًا وَتَفَاوَتَا رِبحًا جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِزُفَرَ......... وَلَو شَرَطَا الرِّبحَ لِلدَّافِعِ أَكثَرَ مِن رَأسِ مَالِهِ لَا يَصِحُّ الشَّرطُ وَيَكُونُ مَالُ الدَّافِعِ عِندَ العَامِلِ بِضَاعَةً لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنهُمَا رِبحُ مَالِهِ وَالوَضِيعَةُ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا أَبَدًا هَذَا حَاصِلُ مَا فِى العِنَايَةِ ـ(رد المحتار ٤٧٨/٦، ٤٧٩)

حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ اثاثہ کی شکل میں ہے تو یہاں پھر دو صورتیں ہیں۔

(الف) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کوئی دوسرا شخص چاہے شریک ہو یا اس کے علاوہ ہو خرید کر اس کو علیحدہ کر دیا جائے، یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔

(ب) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر نکلنے والے شریک کا جو حصہ بنتا ہے اس کو اس کی مرضی اور خوشی کے بغیر کوئی دوسرا شریک کم قیمت پر خرید کر اس کو علیحدہ کر دے، یہ صورت ناجائز اور شرکت کے اسلامی اصولوں سے متصادم ہے۔ اور یہ وہی صورت ہے جو آج کل کے اسلامی نامی بینکوں میں رائج ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے، جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں، جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پا سکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہو سکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد

میں تبدیل کر کے۔ (اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۴۴) [1]

V MN †fÛÞ Ù]ç‰ شرکت میں نفع کی شرح کس اعتبار سے طے کرنا چاہیئے؟ کیا کسی شریک کے لئے اگر کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کرلی جائے مثلاً زید اور خالد کی آپس میں شرکت کی صورت میں یہ طے کرنا کہ زید ماہانہ دس ہزار روپے نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرکت میں ضروری ہے کہ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہو۔ اس کی طرف سے لگائے جانے والے سرمایہ کی نسبت سے نہ ہو۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کردی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کرلی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کے بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا، یہ طے کرلینا کہ وہ اپنی لگائی گئی رقم کا اتنا فیصد لے گا) جائز نہیں ہے۔

لہٰذا اگر زید اور خالد شراکت کرتے ہیں اور یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ زید ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کرلیا جائے کہ زید اپنے سرمایہ مثلاً ڈیڑھ لاکھ

---

۱ : قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : دفع لآخر مالا أقرضه نصفه وعقد الشركة فى الكل فشرى أمتعة فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضه أخذ المتاع بقيمة الوقت۔

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالى : قوله (وطلب رب المال حصته) أى مما كان من الشركة والمراد انه طلب مال القرضه .... والظاهر انه مقيد برضا شريكه الخ

قال العلامة الرافعى رحمه الله تعالى : (قوله والمراد انه طلب مال القرضة الخ) المتبادر من لفظ حصته ومن قول : المنح، أى : مما كان الخ ان المراد حصته من مال الشركة ولا ينافى ذلك ما فى الينابيع فانه يراعى كل من وقت الشراء ووقت البيع لمعرفة الربح تأمل۔

(الشامية ٦/٥٠٥،٥٠٦)

کا پندرہ فیصد بطورِ منافع وصول کرے گا تو یہ بھی صحیح نہیں۔نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔[1]

(کذافی: اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۳۴،۳۵)

V MO †fÛ³Þ Ù]ç³‰ (۱) یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ نفع کی نسبت شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہو سکتی ہے لیکن کیا نقصان اور خسارے کا حکم بھی نفع کی طرح ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

(۲) زید اور خالد نے شرکت کی زید کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور خالد کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور معاہدہ اس طرح ہوا کہ اگر نفع ہوا تو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر نقصان ہوا تو بھی دونوں برابر اور نصف، نصف برداشت کریں گے، تو کیا اس طرح کرنا جائز

---

۱ : قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : وشرطها أى شركة العقد كون المعقود عليه قابلا للوكالة فلا تصح فى مباح كاحتطاب وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمى ۔(الشامية ٤٦٨/٦)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشركة كما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظاهره بطلان الشرط لا الشركة۔بحر ومصنف۔قلت: صرح صدر الشريعة وابن الكمال بفساد الشركة ويكون الربح على قدر المال۔

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالى :وَبَيَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِن الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا يَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِيعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَى تَقدِيرِ أَن لَا يَظهَرَ رِبحٌ إلَّا العَشَرَةُ وَالشَّرِكَةُ تَقتَضِى الِاشتِرَا كَ فِى الرِّبحِ وَذَلِكَ يَقطَعُهَا فَتَخرُجُ إلَى القَرضِ أَو البِضَاعَةِ كَمَا فِى الفَتحِ (قَولُهُ :لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ) يَعنِى أَنَّ عِلَّةَ الفَسَادِ مَا ذُكِرَ مِن قَطعِ الشَّرِكَةِ وَلَيسَت العِلَّةُ اشتِرَاطَ شَرطٍ فَاسِدٍ فِيهَا ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ وَالمُصَرَّحُ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِكَةَ فَاسِدَةٌ فَقَولُهُ قلت : إلَخ تَأيِيدٌ لِقَولِهِ لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ ۔وَأَمَّا قَولُهُ وَظَاهِرُهُ : أَى ظَاهِرُ قَولِهِ لِعَدَمِ فَسَادِهَا بِالشُّرُوطِ فَلَا مَحَلَّ لَهُ لِلِاستِغنَاءِ عَنهُ بِمَا قَبلَهُ (قَولُهُ : وَيَكُونُ الرِّبحُ عَلَى قَدرِ المَالِ) أى وَإِن اُشتُرِطَ فِيهِ التَّفَاضُلُ ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمَّا فَسَدَت صَارَ المَالُ مُشتَرَكًا شَرِكَةَ مِلكٍ وَالرِّبحُ فِى شَرِكَةِ المِلكِ عَلَى قَدرِ المَالِ وَسَيَأتِى فِى الفَصلِ أَنَّهَا لَو فَسَدَت وَكَانَ المَالُ كُلُّهُ لِأَحَدِهِمَا فَلِلآخَرِ أَجرُ مِثلِهِ ۔

(الشامية ٤٨٤/٦،٤٨٥)

ہے؟ تفصیلاً جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب: (۱) نفع اور نقصان دونوں میں فرق ہے، نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہوسکتی ہے لیکن نقصان ہر صورت میں ہر ایک شریک اپنے سرمایہ کی نسبت ہی سے برداشت کرے گا لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا پڑے گا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اگر کسی نے اس کے خلاف معاہدے میں کمی یا زیادتی کی شرط لگائی وہ شرط باطل اور کالعدم ہوگی، اس سے شرکت کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں نفع تو طے شدہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگا لیکن نقصان دونوں اپنے سرمایہ کے تناسب سے برداشت کریں گے، اور نقصان نصف نصف برداشت کرنے کی شرط لغو، ناجائز اور باطل ہے۔

لہٰذا زید کا سرمایہ چونکہ 33.33% ہے اس لئے وہ اتنا ہی نقصان برداشت کریگا اور خالد کا سرمایہ 66.66% ہے اس لئے وہ اس تناسب سے نقصان برداشت کرے گا۔[۱]

---

۱ : قال الامام السرخسی رحمه الله تعالىٰ : وإذا جاء أحدهما بألف درهم والآخر بألفی درهم فاشتركا على أن الربح والضيعة نصفان فهذه شركة فاسدة ومراده أن شرط الوضيعة نصفين فاسد لأن الوضيعة هلا ك جزء من المال فكأن صاحب الألفين شرط ضمان شیء مما يهلك من ماله على صاحبه وشرط الضمان على الألفين فاسد ولكن لا يبطل بهذا أصل العقد لأن جواز الشركة باعتبار الوكالة والوكالة لا تبطل بالشروط الفاسدة وإنما تفسد الشروط وتبقى الوكالة فكذا هذا فإن عملا على هذا فوضعا فالوضيعة على قدر رؤوس أموالهما لأن الشرط بخلافه كان باطلا وإن ربحا فالربح على ما اشترطا لأن أصل العقد كان صحيحا واستحقاق الربح بالشرط فی العقد فكان بينهما على ما اشترطا۔ (المبسوط للسرخسی ۱۱/۱۷۱،۱۷۲)

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالى ولا خلاف أن الشتراط الوضيعة بخلاف قدر رأس المال باطل،واشتراط الربح متفاوتا عندنا صحيح فيما سيذكر۔ (رد المحتار ٦/٤٦٩)

V MP †³fÛ³þ Ù]ç³%‰ زیداور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ دو، دو لاکھ روپے ہے اور دونوں کے درمیان نفع نصف، نصف طے ہو گیا، اب تین مہینے کے بعد ایک تیسرا آدمی مثلاً عمرو آکر ان کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح شرکت کے دوران شریک ہونا درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو کس طرح شریک ہوگا، یعنی کتنا سرمایہ دے کر شریک ہوگا؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ان تین مہینوں کی مدت میں نفع ونقصان کچھ بھی نہیں ہوا، اس صورت میں دونوں کے کل سرمایہ جو کہ چار لاکھ ہے کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

(۲) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نفع ہوا ہے اس صورت میں کل سرمایہ مع اس نفع کے یعنی چار لاکھ بیس ہزار کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

(۳) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نقصان ہوا ہے اس صورت میں اس نقصان کو چھوڑ کر باقی ماندہ یعنی تین لاکھ اسی ہزار سرمایہ کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔[۱]

---

۱ : قال الملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالى : وَالْأَصلُ أَنَّ الرِّبحَ إِنَّمَا يُستَحَقُّ عِندَنَا إِمَّا بِالمَالِ وَإِمَّا بِالعَمَلِ وَإِمَّا بِالضَّمَانِ أَمَّا ثُبُوتُ الِاستِحقَاقِ بِالمَالِ فَظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّ الرِّبحَ نَمَاءُ رَأسِ المَالِ فَيَكُونُ لِمَالِكِهِ وَلِهَذَا استَحَقَّ رَبُّ المَالِ الرِّبحَ فِي المُضَارَبَةِ وَأَمَّا بِالعَمَلِ فَإِنَّ المُضَارِبَ يَستَحِقُّ الرِّبحَ بِعَمَلِهِ فَكَذَا الشَّرِيكُ .وَأَمَّا بِالضَّمَانِ فَإِنَّ المَالَ إِذَا صَارَ مَضمُونًا عَلَى المُضَارِبِ يَستَحِقُّ جَمِيعَ الرِّبحِ وَيَكُونُ ذَلِكَ بِمُقَابَلَةِ الضَّمَانِ خَرَاجًا بِضَمَانٍ بِقَولِ النَّبِيِّ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ فَإِذَا كَانَ ضَمَانُهُ عَلَيهِ كَانَ خَرَاجُهُ لَهُ وَالدَّلِيلُ عَلَيهِ أَنَّ صَانِعًا تَقَبَّلَ عَمَلًا بِأَجرٍ ثُمَّ لَم يَعمَل بِنَفسِهِ وَلَكِن قَبِلَهُ لِغَيرِهِ بِأَقَلَّ مِن ذَلِكَ طَابَ لَهُ الفَضلُ وَلَا سَبَبَ لِاستِحقَاقِ الفَضلِ إِلَّا الضَّمَانَ فَثَبَتَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنهُمَا سَبَبٌ صَالِحٌ لِاستِحقَاقِ الرِّبحِ فَإِن لَم يُوجَد شَيءٌ مِن ذَلِكَ لَا يَستَحِقُّ بِدَلِيلِ أَنَّ مَن قَالَ لِغَيرِهِ : تَصَرَّف فِي مِلكِكَ عَلَى أَنَّ لِي بَعضَ رِبحِهِ ؛ لَم يَجُز وَلَا يَستَحِقُّ شَيئًا مِن الرِّبحِ لِأَنَّهُ لَا مَالَ وَلَا عَمَلَ وَلَا ضَمَانَ ۔(بدائع الصنائع ۵/۸۲،۸۳)

V MQ †fÛþ Ù]ç3‰ زیداور عمرو نے آپس میں شرکت کی اور آپس میں آدھے آدھے کے حساب سے نفع طے کیا لیکن ساتھ یہ بھی معاہدہ کیا کہ عمل کرنے والے یعنی زید کو حاصل شدہ نفع سے اولاً اس کے عمل کی اجرت کے طور پر مثلاً پانچ ہزار یا جتنا بھی ہو دیا جائے گا اس کے بعد باقی ماندہ نفع طے شدہ شرح کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

جواب: شریک کو ملازم رکھ کر نفع کے طے شدہ حصے کے علاوہ اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ فیس یا معاوضہ دینا ناجائز اور مفسدِ شرکت ہے لہٰذا مذکورہ معاملہ ناجائز اور باطل ہے۔ [1]

V MR †33fÛ3þ Ù]ç33‰ میں نے ایک چلتے ہوئے کاروبار میں ایک لاکھ سرمایہ دیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کو اس کا نفع ماہانہ پانچ ہزار روپے دیا جائے گا، تو کیا اس طرح شرکت جائز ہے؟

جواب: یہ صورت شرکت کی نہیں، بلکہ صریح سود اور حرام ہے۔ [2]

۱، ۲ :قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وشرطها أي شركة العقد كون المعقود عليه قابلا للوكالة فلا تصح في مباح كاحتطاب وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمى۔(الشامية ٦/٤٦٨)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشركة كما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظاهره بطلان الشرط لا الشركة۔ بحر ومصنف۔قلت: صرح صدر الشريعة وابن الكمال بفساد الشركة ويكون الربح على قدر المال۔

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى :وَبَيَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِن الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا يَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِيعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَى تَقدِيرِ أَن لَا يَظهَرَ رِبحٌ إلَّا العَشَرَةُ وَالشَّرِكَةُ تَقتَضِي الِاشتِرَاكَ فِي الرِّبحِ وَذَلِكَ يَقطَعُهَا فَتَخرُجُ إلَى القَرضِ أَو البِضَاعَةِ كَمَا فِي الفَتحِ (قَولُهُ :لَا ؛لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ) يَعنِي أَنَّ عِلَّةَ الفَسَادِ مَا ذُكِرَ مِن قَطعِ الشَّرِكَةِ وَلَيسَت العِلَّةُ اشتِرَاطَ شَرطٍ فَاسِدٍ فِيهَا ؛لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ وَالمُصَرَّحُ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِكَةَ فَاسِدَةٌ فَقَولُهُ قُلت : إلَخ تَأيِيدٌ لِقَولِهِ لَا ؛لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ ـ وَأَمَّا قَولُهُ وَظَاهِرُهُ : أَي ظَاهِرُ قَولِهِ لِعَدَمِ فَسَادِهَا بِالشُّرُوطِ فَلَا مَحَلَّ لَهُ لِلِاستِغنَاءِ عَنهُ بِمَا قَبلَهُ (قَولُهُ : وَيَكُونُ الرِّبحُ عَلَى قَدرِ المَالِ أَي)وَإِن اُشتُرِطَ فِيهِ التَّفَاضُلُ ؛لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمَّا فَسَدَت صَارَ المَالُ مُشتَرَكًا شَرِكَةَ مِلكٍ وَالرِّبحُ فِي شَرِكَةِ المِلكِ عَلَى قَدرِ المَالِ وَسَيَأتِي فِي الفَصلِ أَنَّهَا لَو فَسَدَت وَكَانَ المَالُ كُلُّهُ لِأَحَدِهِمَا فَلِلآخَرِ أَجرُ مِثلِهِ ـ(الشامية ٦/٤٨٤،٤٨٥)

–l ^q äö]çu 1 ò XX¼e]ç• æÙç'] 1 ò k ò† • ZZ™

(۱)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى:(واما عنان) بالكسر وتفتح (ان تضمنت وكالة فقط) بيان لشرطها (فتصح من اهل التوكيل) كصبى ومعتوه يعقل البيع (وان لم يكن اهلا للكفالة) لكونها لاتقتضى الكفالة بل الوكالة(و)لذا(تصح) عاماوخاصا ومطلقا وموقتا ومع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه وببعض المال دون بعض۔

(الشامیہ،٤/ ٣١٢،٣١١ط: سعید)۔

(۲)حوالہ نمبر۴ ملاحظہ ہو۔

(۳)وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قلت : وحاصل ذلك كله أنه إذا تفاضلا فى الربح فإن شرطا العمل عليهما سوية جاز : ولو تبرع أحدهما بالعمل وكذا لو شرطا العمل على أحدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملا لا يصح وله ربح ماله فقط۔(الشامیہ،٤/ ٣١٢،ط: سعید)۔

(٤)وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: تنبيه :علم مما مر أن العمل لو كان مشروطاعليهما لا يلزم اجتماعهما عليه كما هو صريح قوله وإن عمل أحدهما فقط ولذا قال فى البزازية : اشتركا وعمل أحدهما فى غيبة الآخر فلما حضر أعطاه حصته ثم غاب الآخر وعمل الآخر فلما حضر الغائب أبى أن يعطيه حصته من الربح إن كان الشرط أن يعملا جميعا وشتى فما كان من تجارتهما من الربح فبينهما على الشرط عملا أو عمل أحدهما فإن مرض أحدهما ولم يعمل وعمل الآخر فهو بينهما ـ اهـ والظاهر أن عدم العمل من أحدهما لا فرق أن يكون بعذر أو بدونه كما صرح بمثله فى البزازية فى شركة التقبل معللا بأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه واستحقاقه الربح بحكم الشرط فى العقد لا العمل اهـ ولا يخفى أن العلة جارية هنا ـ

(الشامیہ،٤/ ٣١٣،ط: سعید)۔

(۵)وقال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالى: قوله (ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف فى هذا لأحد من أهل العلم۔ووجهه ما ذكره المصنف بقوله لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لا يخرج إلا قدر المسمى فيكون اشتراط جميع الربح لأحدهما على ذلك التقدير واشتراطه لأحدهما يخرج العقد عن الشركة إلى قرض أو بضاعة على ما تقدم۔

(فتح القدير،٦/ ١٧٠،ط:رشيديه قديم)۔

(٦)''حوالہ نمبر۱،اورحوالہ نمبر۸'' ملاحظہ ہو۔

(٧)''حوالہ نمبر۳،اورحوالہ نمبر۵'' ملاحظہ ہو۔

(٨)وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وهو) أن الشريك (أمين فى المال فيقبل قوله) بيمينه (فى) مقدار الربح والخسران والضياع.......... (ويضمن بالتعدى)وهذا حكم الامانات۔

(الشاميه،٤/٣١٩،٣٢٠ط:سعيد)۔

(٩)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: (كتاب المضاربة (هى).... (عقد شركة فى الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و ركنها الايجاب و القبول و حكمها) انواع لأنها (ايداع ابتداء) و من حيل الضمان أن يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما أقرضه على أن يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه (و توكيل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شركة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصيرورته غاصبا بالمخالفة۔

(الشامية ٥/ ٦٤٥،٦٤٦)

و قال العلامة الرافعى رحمه الله تعالىٰ: (قول المصنف: ايداع ابتداء) أى فقط فلا ينافى أنها كذلك بقاء و المراد بالايداع الأمانة و يدل عليه قول الكنز و المضارب أمين و بالتصرف الخ لا حقيقة الايداع۔

(التقريرات ٢٤٠، الشامية:٥)

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (لا) یملک (المضاربة) و الشرکة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأیک) اذ الشیء لا یضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قیل له ذلک) أی اعمل برأیک لأنهما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم (ما لم ینص المالک (علیهما) فیملکهما و ان استدان کانت شرکة وجوه و حینئذ (فلو اشتری بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و قد (قیل له ذلک فهو متطوع) لأنه لا یملک الاستدانة بهذه المقالة۔(الشامیة ۵/۶۴۹،۶۵۰)

(۱۰)حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۸'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۱) قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالی: ومنها : أن یکون رأس مال الشرکة عینا حاضرا لا دینا ولا مالا غائبا فإن کان لا تجوز عنانا کانت أو مفاوضة لأن المقصود من الشرکة الربح وذلک بواسطة التصرف ولا یمکن فی الدین ولا المال الغائب فلا یحصل المقصود وإنما یشترط الحضور عند الشراء لا عند العقد لأن عقد الشرکة یتم بالشراء فیعتبر الحضور عنده حتی لو دفع إلی رجل ألف درهم فقال له : أخرج مثلها واشتر بهما وبع فما ربحت یکون بیننا فأقام المأمور البینة أنه فعل ذلک جاز وإن لم یکن المال حاضرا من الجانبین عند العقد لما کان حاضرا عند الشراء۔(بدائع الصنائع،۵/۷۹،ط:رشیدیه جدید)

(۱۲) قال العلامة ابن قدامة الحنبلی رحمه الله تعالی : فأما العروض فلا تجوز الشرکة فیها فی ظاهر المذهب۔نص علیه أحمد فی روایة أبی طالب وحرب۔وحکاه عنه ابن المنذر......وعن احمد روایة اخری ان الشرکة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قیمتها وقت العقد راس المال ...... وهو قول مالک۔(المغنی ۷/۱۲۴،ط:هجر،قاهره)

(۱۲)حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۰'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳)حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۱'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

–l ^q äÖ]çu 1 Ò XX¼e]ç• æÙç'] 1 Ò äe…^–ÚZZ™

(۱)قال العلامة شيخى زاده رحمه الله تعالى: وفى الشرع هى أى المضاربة شركة فى الربح .... بمال من جانب وهوجانب رب المال وعمل من جانب آخر وهو جانب المضارب۔

(مجمع الانهر،۳/۴۴۳،ط:دار الكتب العلميه بيروت)

(۲)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى:كتاب المضاربة۔ هى لغة: مفاعلة من الضرب فى الارض وهوالسير فيها۔وشرعا: عقد شركة فى الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب۔وركنها الايجاب والقبول۔(الشاميه،۵/۶۴۵،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالى ايضاً: (وكون الربح بينهما شائعا)فلو عين قدرا فسدت۔(الشاميه،۵/۶۴۸،ط: سعيد)۔

وفى الهندية: منها: ان يكون نصيب المضارب من الربح معلوما على وجه لا تنقطع به الشركة فى الربح فان قال على ان لك من الربح مائة درهم او شرط مع النصف او الثلث عشرة دراهم لاتصح المضاربة كذا فى محيط السرخسى۔(الهنديه،۴/۲۸۷،ط:رشيديه)۔

(۳)وقال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالى : (وتوكيل مع العمل)حتى يرجع بما لحقه من العهدة عليه الخ۔(حاشية الطحطاوى على الدر۳/۳۵۲،ط:رشيديه)۔

وفى الهندية : واما حكمها فانه اولاً امين وعند الشروع فى العمل وكيل واذا ربح فهو شريك واذا فسدت فهواجير واذا خالف فهو غاصب وان اذن بعده ولو شرط الربح كله لرب المال كان بضاعة ولو شرط كله للمضارب كان قرضا هكذا فى الكافى۔المضارب إذا عمل فى المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فيما عمل لا يزاد على المسمى فى قول أبى يوسف رحمه الله تعالى وإن لم يربح المضارب كان له أجر مثله كذا فى فتاوى قاضى خان۔هذا جواب ظاهر الرواية كذا فى المحيط۔ولو كانت صحيحة فلم يربح المضارب لا شىء له ولو هلك المال فى المضاربة الفاسدة عند المضارب لايضمن المضارب كذا فى فتاوى قاضى خان۔وله أجر مثله فيما عمل كذا فى المبسوط۔والله اعلم۔(الفتاوىٰ الهندية، ۴/۲۸۸،ط:رشيديه)۔

(۴)وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وكون الربح بينهما شائعاً فلو عيّن قدرا فسدت۔(الشاميه،۵/۶۴۸،ط: سعيد)۔

وقال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى: اذا قال رب المال للمضارب

لـ لك ثـلـث الـربـح وعشـرة دراهم فى كل شهر ماعملت فى المضاربة صحت المضاربة من الثلث وبطل الشرط۔(بدائع الصنائع،٥/١١٩،ط:رشيديه جديد)۔

(٥)وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله من جانب المضارب) قيد به لأنه لواشترط رب المال أن يعمل مع المضارب فسدت كما سيصرح به المصنف فى باب المضارب يضارب۔(الشاميه،٥/٦٤٥،ط:سعيد)۔

وقال ملـ لك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى: وكذا لو شرط فى المضاربة عمل رب المال فسدت المضاربة سواء عمل رب المال او لم يعمل لان شرط عمله معه شرط بقاء يده على المال وانه شرط فاسد ولو سلم راس المال الى رب المال ولم يشترط عمله ثم استعان به على العمل او دفع اليه المال بضاعة جاز لان الاستعانة لاتوجب خروج المال عن يده۔

(بدائع الصنائع،٥/١١٧،ط:رشيديه جديد)

(٦)وقال العلامة الزيلعى رحمه الله تعالى: قال رحمه الله (وما هلـ لك من مال المضاربة فمن الربح) لأنه تابع ورأس المال أصل لتصور وجوده بدون الربح لا العكس فوجب صرف الهالـ لك إلى التبع لاستحالة بقائه بدون الأصل كما يصرف الهالـ لك إلى العفو فى الزكاة قال رحمه الله (فإن زاد الهالـ لك على الربح لم يضمن المضارب) لأنه أمين فلا يكون ضمينا للتنافى بينهما فى شىء واحد۔(تبيين الحقائق،٥/٥٤٥،ط:سعيد)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: وحكمها انه امين بعد دفع المال اليه..........ولا ضمان عليه اذا فسدت بغير صنعه۔(البحر الرائق،٧/٤٤٩،ط:سعيد)

(٧)وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وحكمها: أنواع لانها إيداع ابتداء..........وغصب إن خالف وإن أجاز رب المال بعده لصيرورته غاصبا بالمخالفة۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله بالمخالفة)فالربح للمضارب لكنه غير طيب عند الطرفين رحمهماالله تعالى۔درمنتقى۔

(الشاميه،٥/٦٤٦،ط: سعيد)۔

وقال العلامة برهان الدين رحمه الله تعالى: وان اشترى به خارج الكوفة و باع وربح او وضع فالربح له والوضيعة عليه لانه صارمخالفا غاصبا متصرفا بغير امر المالـ لك فيكون الربح له والوضيعة عليه قال فى الاصل فى هذه المسئلة ويتصدق بالربح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى۔

(المحيط البرهانى،١٨/١٦٩،ط: ادارة القرآن)۔

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: كما لو تصرف فى المغصوب والوديعة بأن باعه وربح فيه إذا كان ذلـ لك متعينا بالاشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أو الغصب ونقدها يعنى يتصدق بربح حصل فيهما إذا كانا

مما يتعين بالاشارة......الخ۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله(إذا كان متعينا بالاشارة) وذلك كالعروض فلا يحل له الربح: أى ولو بعد ضمان القيمة۔قال الزيلعى: فإن كان مما يتعين لا يحل له التناول منه قبل ضمان القيمة وبعده يحل إلا فيما زاد على قدر القيمة وهو الربح فإنه لا يطيب له ويتصدق به۔وفى القهستانى: وله أن يؤديه إلى المالك ويحل له التناول لزوال الخبث۔(الشاميه،٦/١٨٩،ط: سعيد)۔

وقال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالى:(لأن الحق له) وهذا يفيد أنه يطيب له فقيرا كان أو غنيا وفيه روايتان والأوجه طيبه له وإن كان غنيا لما ذكرنا من أن الحق له۔

وقال العلامة البابرتى رحمه الله تعالى:فإذا رد عليه فإن كان فقيرا طاب له وإن كان غنيا ففيه روايتان ـقال الإمام فخر الإسلام : والأشبه أن يطيب له ؛ لأنه إنما رد عليه باعتبار أنه حقه۔(فتح القدير،٧/١٩٦،ط: رشيديه)۔

وقال العلامة المرغينانى رحمه الله تعالى: وهذا الخبث يعمل فيما يتعين فيكون سبيله التصدق فى رواية ويرده عليه فى رواية لأن الخبث لحقه وهذا أصح لكنه استحباب لا جبر لأن الحق له ـ(الهداية،٣/١٢٩،ط: رحمانيه)۔

(٨)وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: ولودفع دابته إلى رجل ليبيع عليها البر على أن الربح بينهما فالربح لصاحب البرولصاحب الدابة أجر مثلها لان منفعة الدابة لا تصح مالا للشركة كالعروض۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى فى حاشيته :ولا شك فى فساد الشركة لان المنفعة كالعروض كما صرح به فى الخانية فكما لا تصح فى العروض لاتصح فيها۔(البحرالرائق،٥/٣٠٧،ط: رشيديه)۔

وقال العلامة السرخسى رحمه الله تعالى: ((قال)) ولو دفع إليه دابة يبيع عليها البر والطعام على أن الربح بينهما نصفان فهذه شركة فاسدة بمنزلة الشركة بالعروض)فإن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة دابته فإذا فسدت شركته فالربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه فإن الثمن بدل المعقود عليه لا بدل ما حمل عليه من المعقود عليه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه شرط لنفسه عوضا عن منفعة دابته ولم ينل ذلك العوض فاستوجب أجر المثل على من استوفى منفعتها بحكم عقد فاسد وكذلك البيت والسفينة فى هذه كالدابة اعتبارا لمنفعة العين بالعين۔ والله سبحانه وتعالى أعلم۔(المبسوط للسرخسى،١١/٢٣٩،ط: رشيديه)۔

وقال العلامة قاضى خان رحمه الله تعالى: ولو دفع دابة إلى رجل ليبيع

علیها البر والطعام على أن الربح بينهما كانت فاسدة بمنزلة الشركة فى العروض لأن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة فإذا فسدت الشركة كان الربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه لم يرض بمنفعة الدابة بغير عوض والبيت والسفينة فى هذا كله كالدابة لما قلنا۔(فتاوى قاضى خان على هامش الهنديه،۳/۶۲۵،ط: رشيديه)۔

(۹)وقال العلامة ابن قدامة الحنبلى رحمه الله تعالى: فاما العروض فلاتجوز الشركة فيها فى ظاهر المذهب نص عليه احمد(وبعد اسطر)وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال۔قال احمد:اذا اشتركا فى العروض يقسم الربح على ما اشترطا۔(المغنى لابن قدامة،۷/۱۲۳،۱۲۴،ط: حجر)۔

(۱۰)قال العلامة السرخسى رحمه الله تعالى: ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة وأمره أن يستدين على المال على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما : للمضارب ثلثاه ولرب المال ثلثه فاشترى المضارب بالألف جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة غلاما بألف درهم يساوى ألفين فباعهما جميعا بأربعة آلاف فإن ثمن الجارية يستوفى منه رب المال رأس ماله وما بقى فهو ربح بينهما على ما اشترطا : ثلثاه للمضارب وثلثه لرب المال ـوأما ثمن الغلام فيؤدى منه ثمنه والباقى بينهما نصفان ؛ لأن الأمر بالاستدانة كان مطلقا فالمشترى بالدين يكون مشتركا بينهما نصفين ومع المناصفة بينهما فى المشترى لا يصح شرط التفاوت فى الربح۔ ألا ترى أن رجلين لو اشتركا بغير مال على أن يشتريا بالدين ويبيعا فما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما أثلاثا فاشتريا وباعا وربحا كان الربح بينهما نصفين فاشتراطهما الثلثين والثلث فى الربح يكون لغوا لأنه لو صح ذلك استحق أحدهما جزءا من ربح ما ضمنه صاحبه وذلك لا يجوز فكذلك المضارب إذا أمره رب المال أن يستدين على المضاربة وشرط الثلث والثلثين فى الربح لا فى أصل الاستدانة فإن كان أمره أن يستدين على المال على أن ما اشترى بالدين من شىء فلرب المال ثلثه وللمضارب ثلثاه على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما نصفان فاشترى المضارب بالمضاربة جارية تساوى ألفين واشترى على المضاربة جارية بألف دينا تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف درهم فحصة جارية المضاربة يأخذ منه رب المال رأس ماله : ألف درهم والباقى بينهما نصفان على ما اشترطا وثمن الجارية المشتراة بالدين بينهما أثلاثا على قدر ملكيهما ؛ لأنه إنما وكله بالاستدانة على أن يكون ثلث ما يستدين لرب

المال وثلثاه للمضارب فيكون الثمن بينهما على قدر ذلك واشتراط المناصفة فى الربح فى هذا يكون باطلا ؛ لأن أحدهما يشترط لنفسه ربح ما قد ضمن صاحبه وذلك باطل۔ولو دفع إليه الألف مضاربة على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما كذلك أيضا فاشترى بالمضاربة جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة جارية بألف دينار تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف فأما حصة المضاربة فتكون بينهما على شرطهما بعد ما يستوفى رب المال رأس ماله وحصة الجارية المشتراة بالدين بينهما ؛ لأن ضمانها عليهما نصفين ؛ لإطلاق الأمر بالاستدانة فاشتراط كون الربح بينهما أثلاثا بعد المساواة فى الضمان يكون باطلا۔وكذلك لو كان أمره أن يستدين على رب المال؛لأن قوله استدن على المضاربة وقوله استدن على سواء فى المعنى وما استدان سواء كان بقدر مال المضاربة أو أقل أو أكثر فهو بينهما نصفان فربحه ووضيعته بينهما نصفان حتى لو هلكت المشتراة بالدين كان ضمان ثمنها عليهما نصفين۔ولو كان أمره أن يستدين على نفسه كان ما اشتراه المضارب بالدين له خاصة دون رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على نفسه يستغنى عن أمر رب المال فكان وجود أمره فيه وعدمه سواء بخلاف ما إذا أمره أن يستدين على المال أو على رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على رب المال أو على المال لا يستغنى عن أمر رب المال فلا بد من اعتبار أمره فى ذلك وأمره بالاستدانة على المال كأمره بالاستدانة على رب المال ؛ لأن ملك المال لرب المال والمال محل لقضاء الواجب لا للوجوب فيه فالواجب يكون على رب المال ثم أمره بالاستدانة عليه مطلقا يقتضى الشركة بينهما فيما يستدين ولا تكون هذه الشركة بطريق المضاربة ؛ لأن المضاربة لا تصح إلا برأس مال عين فكانت هذه الشركة فى معنى شركة الوجوه فيكون المشترى مشتركا بينهما نصفين فلا يصح منهما شرط التفاوت فى الربح مع مساواتهما فى الملك فى المشترى ۔ولو كان أمره أن يستدين على المال أو على رب المال فاشترى بالمضاربة جارية ثم استقرض المضارب ألف درهم على المضاربة واشترى بها جارية فهو مشتر لنفسه خاصة والقرض عليه خاصة منهم من يقول : إن الاستدانة هو الشراء بالنسيئة والاستقراض غيره فلا يدخل فى مطلق الأمر بالاستدانة والأصح أن يقول : الأمر بالاستقراض باطل۔

(المبسوط للسرخسى،۲۲/ ۱٦۳،ط: رشيديه)۔

(۱۱)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: ولا الاقراض والاستدانة وان قيل له ذلك اى اعمل برأيك لانهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فى التعميم مالم ينص المالك عليهما فيملكهما۔(الشاميه،٥/ ٦٥٠،ط: سعيد)۔